رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

روزنامہ الفضل قادیان

ایڈیٹر:- غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN.

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ... قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ...

جلد ۲۳ | مورخہ ۲۴ صفر ۱۳۵۵ھ | یوم شنبہ | مطابق ۱۶ مئی ۱۹۳۶ء | نمبر ۲۶۵

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۴ مئی سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق آج سات بجے شام کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور کی صحت اچھی ہے۔

قادیان میں ۱۵ مئی سے پنجاب یونی ورسٹی کے علوم شرقیہ کے امتحانات شروع ہونگے۔ امسال ۲۸ احمدی طلباء مولوی فاضل کے امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔ صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے بھی مولوی فاضل کا امتحان دے رہے ہیں۔ اور ایک خاتون خواجہ عبد الرحمن صاحب کارکن دفتر الفضل کی ہمشیرہ بھی امتحان میں شریک ہیں۔ احباب سب کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

۱۳ مئی۔ لجنہ اماء اللہ قادیان کا ماہانہ جلسہ ہوا جس میں کئی ایک خواتین نے مضامین سنائے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بھی تقریر کی۔ ۱۴ مئی بعد نماز مغرب مجلس ارشاد کا ہفتہ وار جلسہ ہوا جس میں ابو العطاء مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے عربی زبان میں تقریر کی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

عرفان الٰہی کے چار قیمتی اسباق

(فرمودہ ۱۶ مئی ۱۹۰۵ء)

۱۔ "خدا تعالیٰ کی راہ میں جب تک انسان بہت سی مشکلات اور امتحانات میں پورا نہ اُترے۔ وہ کامیابی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی لئے فرمایا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ محض اتنی ہی بات پر راضی ہو جائے۔ کہ وہ کہدیں۔ کہ ہم ایمان لائے۔ اور وہ آزمائے نہ جائیں۔ ایسے لوگ جو اتنی بات پر اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں الٰہی کے لئے دوسری جگہ آیا ہے۔ وما ھم بمومنین۔ اور ایسا ہی ایک جگہ فرمایا۔ لا تقولوا اٰمنا بل قولوا اسلمنا یعنے تم یہ نہ کہو کہ ایماندار ہو گئے۔ بلکہ یہ کہو۔ کہ ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور اطاعت اختیار کر لی ہے۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کامل ایماندار بننے کے لئے مجاہدات کی ضرورت ہے۔ اور مختلف ابتلاؤں اور امتحانوں سے ہو کر نکلنا پڑتا ہے۔ ع گو خود سنگ لعل شود در مقام صبر آرے شود ولیک بخونِ جگر شود"

۲۔ "ہماری خواہش یہ ہے۔ کہ الٰہی تجلیات ظاہر ہوں۔ جیسا کہ موسیٰ نے رب ارنی کہا تھا۔ ورنہ ہمیں تو بہشت کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی دوزخ کی"

۳۔ "سخت دل ہر ایک فاسق سے بدتر ہوتا ہے۔ اور وہ خدا سے ابعد ہوتا ہے۔ جو ٹیڑھی راہ اختیار کرتا ہے۔ وہ بالکل دیکھنے کے قابل نہیں"

۴۔ "ایک کتاب میں ایک عجیب بات لکھی ہے۔ کہ ایک شخص سڑک پر روتا ہوا چلا جاتا تھا۔ راستہ میں ایک ولی اللہ اس سے ملے انہوں نے پوچھا۔ کہ تو کیوں روتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرا دوست مر گیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ تجھ کو پہلے سوچ لینا چاہئے تھا۔ مرنے والے کے ساتھ دوستی ہی کیوں کی" (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء)

لاہور کے خریداران الفضل کے لئے اطلاع

سب آفس "الفضل" لاہور کا تمام انتظام مکمل طور پر دی ماڈرن انڈیا ایڈورٹائزنگ بیورو نمبر ۳۵ فلیمنگ روڈ لاہور کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اس لئے قارئین الفضل لاہور کو اپنی تمام اطلاعات فرم مذکور کے کارکنان کو دینی چاہئیں۔ چونکہ الفضل کے لاہور سے متعلقہ تمام امور بوساطت فرم مذکور طے ہوں گے۔ اس لئے آئندہ پرچہ کی قیمت اور بقایا رقوم وغیرہ فرم مذکور کو ادا کی جائیں۔ عدم ادائیگی قیمت کی صورت میں فرم مذکور کو اجازت ہے کہ وہ پرچہ جاری رکھے یا بند کر دے۔
احباب کو جن کی طرف بقایا ہے۔ بہت جلد ادا کر دینا چاہیئے۔ تاکہ ان کے نام باقاعدہ پرچہ جاری رہے۔ اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی سلسلہ احمدیہ کے آرگن کے مطالعہ سے محروم نہ ہوں۔ مینجر

میوہ جات کی فروخت کا کاروبار

قبل ازیں اخبار الفضل میں میوہ جات کی فروخت کے لئے آرڈر مہیا کرنے کے کام کے متعلق اعلان کیا گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس طرف انگریزی خوان بیکار احباب نے ابھی تک توجہ نہیں کی۔ حالانکہ انکو بالخصوص اس ذریعہ سے کافی آمد ہو سکتی ہے۔ اب دوبارہ توجہ دلائی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں امر بھی ملحوظ ہے کہ اگرچہ محض آرڈر مہیا کرنے پر بھی کمیشن ملتا ہے لیکن اگر ڈیڑھ سو روپیہ کی شخصی ضمانت پیش کیجائے تو فروخت کے لئے اسی مالیت کا سامان بھی منڈی کی طرف سے مل جایا کریگا۔ اس طرح ہوشیار آدمی ۵۰ روپے ماہوار تک آسانی سے کما سکتا ہے۔ آرڈر چھاؤنیوں۔ انگریز افسروں اور دوسرے امراء سے مہیا کرنے ہونگے۔ بڑے بڑے شہروں میں ہر جگہ یہ کام چل سکتا ہے۔ درخواستوں کے ساتھ علیحدہ طور پر امیر جماعت کی تصدیق کا آنا ضروری ہے۔ ناظر امور عامہ قادیان

امرتسر میں جماعت احمدیہ کا تبلیغی جلسہ

ضلع امرتسر کی جماعتوں کو ضروری اطلاع

جماعت ہائے احمدیہ ضلع امرتسر کا سالانہ تبلیغی جلسہ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۷ مئی ۱۹۳۶ء کو ۸ بجے صبح بروز اتوار گول باغ میں منعقد ہوگا۔ گرد و نواح کی جماعتوں کو شامل ہو کر رونق بڑھانی چاہیئے۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

قصیدۂ احرار

(از جراح مزنگ ... لاہور)

بندۂ غافل اسیر نار باش — رونق ہنگامۂ اشرار باش
خرمن ملت بشور و شر بسوز — برق خاطف سان پئے دیندار باش
بوسہ بائت دہد موت و شکست — کفر را در بزم علمبردار باش
رحمت حق شو برائے دشمناں — دوستاں را تیغ جوہر دار باش
در رگ تو گر مئے مال فرنگ — با مسلماں بر سر پیکار باش
جہد کن ایں مال را رحمت شمر — در جہاں افرنگی عیار باش
بیخبر غافل بشو اندک بگو — ترک کن کردار را گفتار باش
دشمنانت را مکن خوف و ہراس — اے رہین فوق حق۔ غدار باش

تو ندانی مسلک اہل ہوس
"تا توانی با شیاطین یار باش"

ریویو

جامع التقاریر

جامع التقاریر یا بالفاظ دیگر جڑی بوٹی کے ہر سہ حصہ میں حکیم عتیق صاحب نے مشہور بوٹیوں کی نسبت مشرقی و مغربی تحقیقات کے ساتھ ان کے افعال و خواص اور مفرد و مرکب استعمال کا باوضاحت بیان کر کے اردو طبی لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ ضخامت ہر سہ حصہ مع ضمیمہ جات ایک ہزار صفحات قیمت بلا جلد چھ روپے ۹ آنے علاوہ محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ۔ کامل بکڈپو طبی مرکز اشاعت ۳۵ فلیمنگ روڈ لاہور
مفتی محمد صادق

قابل توجہ امراء و پریذیڈنٹ صاحبان کچھ عرصہ ہوا بذریعہ اعلان مطلع کیا گیا تھا کہ موصیوں کے حالات تقویٰ طہارت کے متعلق سالانہ رپورٹ دفتر میں ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء تک آنی ضروری ہے۔ مگر اب ماہ مئی بھی نصف کے قریب گزر گئی ہے مگر ابھی تک جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اب تیسری دفعہ اعلان کیا جاتا ہے۔ توجہ فرما کر جلد موصیوں کے حالات کی رپورٹ ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔ سیکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان

احرار کانفرنس امرتسر کا بے رونق اور پھیکا اجلاس

(ایک سکھ جرنلسٹ کے قلم سے)

میں بہت دنوں سے امرتسر میں ہونے والی احرار کانفرنس کا چرچا سن رہا تھا۔ مجھے خیال تھا کہ کانفرنس کی کامیابی کے متعلق جس قسم کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اگر وہ زیادہ کامیاب نہ بھی ہوئی تو بھی کافی سے زیادہ رونق ہوگی۔ مگر جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ بے حد یاس انگیز تھا۔ پریذیڈنٹ کانفرنس چوہدری افضل حق صاحب کا جلوس بالکل معمولی اور پھیکا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ شرکاء جلوس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چار پانچ صد ہوگی باوجود اس کے کہ امرتسر احرار کا مرکز خیال کیا جاتا ہے۔ مگر مقامی مسلمانوں کے تعاون کا یہ حال تھا۔ کہ سوائے چند معمولی درجہ کے آدمیوں کے نہ تو کوئی بارسوخ اور باوقار مسلمان جلوس میں شامل ہوا۔ اور نہ ہی کسی نے کانفرنس میں شرکت کی۔ بازار قلعہ بھنگیاں میں پریذیڈنٹ کانفرنس کا جس طریقہ پر مسلمانان امرتسر کی طرف سے خیر مقدم کیا گیا۔ اس کی کیفیت اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں۔
جہاں تک کانفرنس کے اجلاس کا تعلق ہے۔ اس کی حیثیت ایک عام پبلک جلسہ سے کسی طرح بھی زیادہ نہ تھی۔ مقرران کانفرنس نے اپنی تقریروں میں سوائے الیکشن پروپیگنڈا کرنے احرار کی خدمت ملک و ملت کے راگ الاپنے۔ فرقہ احمدیہ کی بیجا مخالفت اور مخالفان احرار کو پانی پی پی کر کوسنے کے ایک بھی ایسی بات نہیں کہی جو اپنے اندر کوئی وزن رکھتی ہو۔ بلاشبہ احرار کانفرنس احرار کی ناکامی و نامرادی کی منہ بولتی تصویر تھی۔ اسے دیکھ کر یہ کبھی نہ بھولنے والا سبق ملتا تھا۔ کہ اپنی قوم اور اس کے مفاد سے غداری کرنے کا نتیجہ بے حد عبرت انگیز ہوتا ہے۔
اوتار سنگھ آزاد امرتسر سابق ایڈیٹر پنجاب درپن۔ رسالہ کرتی۔ ست جگ۔ کرپان بہادر۔ ببر شیر۔ موجی۔ پروپرائٹر اکالش بانی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ صفر ۱۳۵۵ھ

خطبہ جمعہ

دشمنانِ احمدیت کی حیا سوز کذب بیانیاں

شیطان نے نڈر ہو کر کبھی اتنا جھوٹ نہیں بولا جتنا اب بول رہا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۸ مئی ۱۹۳۶ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
جب کبھی دنیا میں سچائی ظاہر ہوتی ہے تو جھوٹ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اضداد ہمیشہ ہی ایک دوسرے کی طرف ایک کشش رکھتی ہیں جھوٹ کے مٹانے کے لئے سچائی آ جاتی ہے۔ اور سچائی کا مقابلہ کرنے کے لئے جھوٹ آ جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے۔ اور ہمیشہ تک جاری رہے گا کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ کبھی رحمانی طاقتوں اور شیطانی طاقتوں میں صلح ہو سکے ہمیشہ ہی

رحمانی طاقتیں

شیطان کا زور توڑنے کے لئے دنیا میں پیدا ہوتی رہیں گی۔ اور ہمیشہ ہی شیطانی طاقتیں سچائی کا مقابلہ کرنے کے لئے دنیا میں کھڑی ہوتی رہیں گی۔ اور یہی معیار درحقیقت کسی روحانی جماعت کی صداقت کا ہوتا ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں جھوٹ استعمال کیا جاتا ہے۔

اس زمانہ کو جو ایک دو سال سے شروع ہے یہ خصوصیت حاصل ہے۔ کہ اس میں

دو جھوٹ جمع ہو گئے ہیں

ایک طرف مخالفین صداقت کا جھوٹ ہے اور دوسری طرف منافقین کا جھوٹ ہے اس قسم کے دو جھوٹ بہت کم جمع ہوا کرتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر لوگوں کو ایک ایک جھوٹ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ کبھی انہیں مخالفوں کے جھوٹ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور کبھی انہیں

منافقوں کے جھوٹ کا مقابلہ

کرنا پڑتا ہے۔ مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جبکہ یہ دونوں جھوٹ جمع ہو جاتے ہیں جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں ان دونوں جھوٹوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آپ کو اہلِ مکہ کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اور پھر آپ کو مدینہ میں جو منافقین کا گروہ تھا۔ اس کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کی

تائید اور نصرت

کر کے بتا دیا۔ کہ خدا تعالےٰ جن کی مدد پر ہو ان کے خلاف خواہ دشمن کی کتنی بڑی طاقتیں جمع ہو جائیں۔ ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہونچا سکتیں۔ بلکہ وہ ابدی زندگی پاتے اور مر کر بھی زندہ رہنے والے ہوتے ہیں۔ پس ان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچایا جا سکتا۔

انسان کیا نقصان پہونچا سکتے ہیں

یہی کہ وہ مار دیں۔ یہی کہ وہ جائدادیں چھین لیں۔ یہی کہ وہ مارپیٹ لیں۔ یہی کہ وہ گالیاں دیں۔ اور اس طرح جذبات و احساسات کو صدمہ پہونچائیں۔ مگر یہ سب عارضی چیزیں ہیں جن کی مومن پرواہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مومن کی جنت دائمی ہوتی ہے۔ اور یہ عارضی نقصانات ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے کسی باغ کی شاخ تراشی کی جائے۔ شاخ تراشی کے بعد درخت برباد نہیں ہو جاتے۔ بلکہ وہ بڑھتے اور زیادہ پھل لاتے ہیں۔ اسی طرح مومن کو جب دنیوی طور پر کوئی نقصان پہونچتا ہے تو وہ اس کی

تباہی کا موجب نہیں

ہوتا۔ بلکہ اس کی ترقی کا موجب بن جاتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار نے اگر گالیاں دیں۔ آپ کی عزت و آبرو پر حملہ کیا وطن سے نکالا۔ اور قسم قسم کی نہ صرف ایذائیں دیں۔ بلکہ ایذائیں انتہا دکھیں۔ تو کیا اس سے اشاعتِ اسلام میں کوئی روک واقع ہو گئی؟ اسی طرح

حضرت امام حسین رضؓ کے مقابلہ میں

یزیدی طاقتوں نے گو اتنی قوت پکڑی کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ لیکن یزید آج بھی یزید ہے۔ اور امام حسینؓ آج بھی امام حسینؓ کہلاتے ہیں۔ ان کا نام لیتے وقت لوگ انہیں امام کہتے۔ اور ان کی بادشاہت آج بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن یزید کی بادشاہت ایسی مٹی کہ آج کوئی اپنے بچوں کا نام یزید رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ یزید کیسا اچھا نام ہے۔ اس کے معنے ہیں اللہ تعالےٰ بڑھاتا ہی چلا جائے۔ ہمارے پنجاب میں لوگ اپنے بچوں کا نام اللہ ودھایا رکھتے ہیں جس کا عربی زبان میں اگر ہم ترجمہ کریں۔ تو یزید ہی ہوگا۔ مگر کوئی شخص اپنے بچہ کا یزید نام رکھنے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ اللہ ودھایا نام رکھ لینگے۔ تو یہ نام باوجود اس کے کہ اس کے معنے بہت اچھے تھے بالکل ذلیل ہو گیا۔ اور آج اس نام سے کوئی شخص اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو موسوم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اگر کوئی یہ نام رکھتا بھی ہے۔ تو اس کے ساتھ کوئی لفظ بڑھا دیتا ہے جیسے بایزید۔ مگر صرف

یزید کا لفظ مسلمانوں میں

بالکل متروک ہے۔ اس کے مقابل میں گنا تو جائے کہ کتنے ہیں جو حسین کہلاتے ہیں۔ اگر تعداد معلوم کیجائے تو حسین نام رکھنے والے لاکھوں نکل آئیں گے اور ہر زمانہ میں نکل آئیں گے۔ پھر وہ سارے کے سارے سوائے خوارج کے نام لیں گے تو امام حسین رضی ہی کہیں گے اور حضرت کہہ کے ہی پکاریں گے۔ تو کسی مخالف کی مخالفت دنیا میں روحانیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہاں مخالفت کرنے والا تھوڑی دیر کے لئے اپنے دل کو خوش ضرور کر لیتا ہے۔

میں نے کہا ہے اس زمانہ میں ہمارے خلاف دو قسم کے مخالف کھڑے ہیں اور جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ لوگ بھی جھوٹ کے ہتھیار سے حملہ کر رہے ہیں جو بیرونی دشمن ہیں۔ اور وہ بھی جو اندرونی دشمن یعنی منافق ہیں۔ منافق جب کبھی دیکھتا ہے کہ جماعت پر باہر سے حملہ ہو رہا ہے تو وہ اپنا سر اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں

ہماری جماعت کی شدید مخالفت

ہو رہی ہے۔ اس لئے کئی منافقین نے جو پہلے دبے ہوئے تھے۔ آج سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی تنظیم کی فکر میں لگ گئے ہیں۔ لیکن منافق کی تنظیم کوئی تنظیم نہیں ہوا کرتی اور نہ مخالف کا حملہ روحانی جماعتوں کے لئے کوئی نقصان رساں حملہ سمجھا جا سکتا ہے۔

جھوٹ تو ہمارے دشمنوں کی طرف سے ہمیشہ بولا ہی جاتا ہے۔ اور اگر ان کے جھوٹوں کو گنا جائے۔ تو ان کا شمار ناممکن ہو۔ لیکن بعض دفعہ تو وہ ایسا

کھلا جھوٹ

بولتے ہیں کہ حیرت آجاتی ہے۔ کہ دشمن جب جھوٹ بولنے پر آجائے تو وہ کس طرح سو فیصدی جھوٹ بول جاتا ہے۔ جب انسان خود سچائی کا پابند ہو تو خیال کرتا ہے کہ کوئی شخص آخر کتنا جھوٹ بول سکتا ہے۔ پانچ۔ دس۔ پندرہ یا بیس فیصدی۔ اس سے زیادہ جھوٹ وہ کیا بولے گا۔ چنانچہ میرا اپنا یہی خیال تھا۔ میں سمجھا کرتا تھا کہ کوئی آخر کتنا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اگر اس نے سو باتیں بیان کی ہیں تو ممکن ہے کہ ان میں سے پانچ جھوٹ ہوں۔ اور پچانوے سچ۔ یا دس جھوٹ ہوں اور نوے سچ۔ اس سے بڑھ کر تو جھوٹ بول نہیں سکتا۔ لیکن جب آہستہ آہستہ میرا تجربہ بڑھا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ پچاس ساٹھ فیصدی جھوٹ بھی لوگ بول لیا کرتے ہیں۔ اور اب اس نئی جنگ میں جو احرار سے شروع ہے مجھے پتہ لگا۔ کہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے سو فیصدی جھوٹ بھی بولا جاتا ہے۔ بلکہ اگر ان کے امکان میں ہوتا کہ

سو فیصدی سے بھی زیادہ جھوٹ

بول سکتے تو وہ ضرور زیادہ جھوٹ بولنے کی کوشش کرتے۔ پھر ایسا کھلا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ جس کا پہچاننا کسی کے لئے مشکل ہی نہیں ہوتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ جھوٹ ہے۔ مگر وہ اسے بیان کرتے اور کھلے بندوں بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہر شخص جو حالات سے معمولی واقفیت بھی رکھتا ہو سمجھ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ مثلاً ابھی پچھلے چند دنوں میں ان مخالفوں کی طرف سے ایسے ایسے جھوٹ بولے گئے ہیں۔ جو سر تا پا جھوٹ ہیں۔ اور جن میں ایک فیصدی سچائی بھی نہیں پائی جاتی۔ پھر جھوٹ بھی اس دلیری سے بولے گئے ہیں کہ یہ نہیں کہا گیا۔ یہ سنی سنائی باتیں ہیں۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ ہماری

آنکھوں دیکھی اور کانوں سُنی

باتیں ہیں۔ مثلاً پچھلے دس بیس دن کے اندر اندر احرار کی طرف سے جو جھوٹ بولے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

احمدیوں کے خلیفہ کی جوان بیٹیاں

قادیان میں غیروں کے گھروں سے چندہ مانگتی پھرتی ہیں۔ اب جھوٹ بنانے کو تو انہوں نے بنا لیا۔ مگر یہ سمجھ میں نہ آیا۔ کہ یہ اتنا کھلا جھوٹ ہے کہ قادیان کا کوئی شخص اسے صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ قادیان کی آبادی اس وقت آٹھ دس ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں ہندو بھی ہیں۔ سکھ بھی ہیں۔ غیر احمدی بھی۔ اور قریباً آٹھ ہزار احمدی ہیں۔ اتنی بڑی جماعت کے سامنے انہوں نے یہ جھوٹ بول دیا۔ اور اس کا نام مذہبی خدمت رکھ دیا۔ پھر خاص طور پر اس بات پر زور دیا۔ کہ لڑکیاں جوان ہیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ کوئی خیال کرے کہ شاید احمدیوں کے خلیفہ کی چھوٹی عمر کی بیٹیاں مانگتی پھرتی ہیں۔

اس قسم کا جھوٹ بول کر دشمن یہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ قادیان کے لوگ اگر سمجھ بھی گئے کہ یہ جھوٹ ہے۔ تو باقی دنیا تو حالات سے واقف نہیں۔ وہ تو اسے درست مان لیگی۔ مثلاً لاہور کے لوگوں کو کیا پتہ ہے کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ۔

افترا ہے یا امر واقعہ

اور چونکہ اکثر ان میں سے ہمارے مخالف ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ وہ کہیں یہ صحیح ہے۔ اسی طرح گورداسپور کے لوگوں کو کیا پتہ۔ امرتسر کے لوگوں کو کیا پتہ۔ پشاور کے لوگوں کو کیا پتہ۔ کہ یہ افترا ہے یا نہیں۔ وہ لازماً ان باتوں کو سچ سمجھیں گے اور اس طرح جماعت سے نفرت پیدا ہوگی مگر یہ جو نظریہ ہے۔ کہ اگر قادیان کے لوگوں نے اسے جھوٹ سمجھ لیا۔ تو کیا ہوا باہر کے لوگ تو اسے افترا نہیں سمجھیں گے۔ اس سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے۔ کہ اس قسم کا افترا کرنے والے

اپنی قوم کا معیارِ عقل

بہت چھوٹا تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس طرح انہوں نے ہماری ہی ہتک نہیں کی۔ بلکہ اپنی قوم کی ہتک بھی کی ہے۔ اور انہوں نے یہ جھوٹ بول کر تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ان کے بھائی بند اور ہم قوم

گاؤدی اور احمق

ہیں۔ وہ جو کچھ کہیں گے۔ وہ اسے مان لیں گے۔ خواہ وہ بات معقولیت سے کس قدر دور ہو۔ اور کبھی اس پر غور نہیں کرینگے مگر کیا یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ قادیان کے لوگوں کو میں نے کنگال کر دیا۔ ان کا تمام مال اور ان کی تمام دولت لوٹ لی۔ وہ فاقوں مر رہے ہیں۔ اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں اور دوسری طرف جب ان کی تمام دولت میرے پاس آجاتی ہے۔ اور میں انہیں اچھی طرح لوٹ لیتا ہوں۔ تو میری جوان بیٹیاں ان کے گھروں پر مانگنے کیلئے جاتی ہیں اگر یہ صحیح ہے۔ کہ مال و دولت لوٹ دینے کی وجہ سے قادیان کے لوگ کنگال ہو گئے ہیں۔ اور ان کی دولت میں نے لوٹ لی ہے تو پھر میری لڑکیوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ان کنگالوں کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں صریح طور پر

خلافِ عقل بات

نہیں تو اور کیا ہے۔

ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے۔ کہ کوئی مراسی تھا۔ اس کے گھر رات کو چور آیا اس نے کمرے میں ادھر ادھر تلاش کی مگر کوئی چیز نہ ملی جب سب طرف سے مایوس ہو گیا۔ اور اسے یہ ڈر بھی پیدا ہوا۔ کہ کوئی جاگ نہ اٹھے۔ اور میں پکڑا جاؤں۔ تو اس نے جلدی جلدی مکان میں گھومنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک جگہ روشندان میں سے چھن چھن کر چاندنی پڑ رہی تھی۔ اس نے سمجھا۔ کہ یہ آٹا ہے۔ جلدی میں اس نے زمین پر چادر پھیلا دی۔ مگر جب چاندنی کو آٹا سمجھ کر سمیٹنا چاہا۔ تو اس کے دونوں ہاتھ خالی کے خالی آپس میں مل گئے۔ اسی دوران میں اتفاقاً مراسی کی آنکھ بھی کھل چکی تھی۔ اور وہ سب نظارہ بستر پر لیٹے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جب اس چور نے آٹا سمجھ کر اسے اکٹھا کرنا چاہا۔ اور دونوں ہاتھ خالی مل گئے تو مراسی ہنس کر کہنے لگا۔ ججمان ایتھے تے دن نوں کجھ نہیں لبھدا توں رات نوں کی لبھدا ایں۔ یعنی میرے آقا اس گھر میں تو دن کو بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ رات کو یہاں کیا تلاش کر رہے ہیں۔ تو ایک طرف تو احرار کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ میں نے لوگوں کو لوٹ لیا۔ اور ان کے مال ہضم کر لئے۔ انکو کنگال اور فقیر بنا دیا۔ وہ بھوکے مر رہے ہیں۔ مگر انہیں کوئی نہیں پوچھتا اور دوسری طرف کہا جاتا ہے

میری جوان بیٹیاں قادیان میں گھر گھر لوگوں سے مانگتی پھرتی ہیں۔ حالانکہ جب بقول ان کے میں نے لوگوں کو لوٹ لیا ہے۔ تو پھر میری بیٹیاں ان کنگالوں کے گھروں میں کچھ مانگنے کس طرح جا سکتی ہیں۔ مگر اس

تضاد اور اختلاف

کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ ان کا مقصد محض جھوٹ بولنا ہے۔ ایک جگہ ایک رنگ میں جھوٹ بول دیا۔ اور دوسری جگہ دوسرے رنگ میں۔ گویا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ احرار اتنے احمق ہیں۔ کہ وہ ان دونوں جھوٹوں کو جو آپس میں بالکل متضاد ہیں۔ صحیح ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اس جھوٹ کو بھی وہ درست سمجھیں گے۔ کہ میری جوان بیٹیاں لوگوں کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں۔ اور اس جھوٹ کو بھی صحیح قرار دیں گے۔ کہ میں لوگوں کو لوٹ لوٹ کر کنگال بنا چکا ہوں۔ اور عقل و سمجھ سے کام لے کر ذرہ بھر بھی نہیں سوچیں گے۔ کہ اگر یہ سچ ہے۔ کہ میں لوگوں کو لوٹ لوٹ کر بہت بڑا امیر بن چکا ہوں۔ تو پھر یہ جھوٹ ہے۔ کہ میری جوان بیٹیاں قادیان میں ٹکڑہ سے محتاج لوگوں کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہے۔ کہ

میری جوان بیٹیاں

لوگوں کے گھروں پر مانگنے جاتی ہیں۔ تو پھر یہ جھوٹ ہے۔ کہ میں نے قادیان کے لوگوں کو لوٹ لوٹ کر انہیں کنگال بنا دیا ہے۔ مگر وہ اس فرق کو نہیں سوچیں گے۔ اور بلا سوچے سمجھے ان دونوں جھوٹوں کو صحیح تسلیم کر لیں گے۔ جو جماعت ایسی گدھی اور احمق ہو جائے۔ یا جس کے لیڈر اسے اتنا احمق اور بے وقوف سمجھتے ہوں۔ اس نے دنیا میں کام کیا کرنا ہے۔ اور کونسی خدمتِ دین کر سکتی ہے۔ وہ تو آج بھی تباہ ہوئی۔ اور کل بھی تباہ ہوئی۔

پھر اس کے بعد

دوسرا جھوٹ

بولا گیا ہے۔ کیونکہ آخر چند دنوں کے بعد اخبار میں کوئی اور دلچسپ خبر بھی تو ہونی چاہیئے تھی کہ اب لوگوں سے خلیفہ کی بیٹیاں مانگ مانگ کر چونکہ تھک گئی ہیں۔ اور کچھ وصول نہیں ہوتا۔ اس لئے انہوں نے اپنی بیویوں کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ لوگوں کے گھروں پر مانگنے کے لئے جایا کریں۔ چنانچہ احرار کے ایک اخبار نے لکھا۔ کہ احمدیوں کے خلیفہ نے اپنی چاروں بیویاں بلائیں۔ اور ان سے کہا۔ کہ پہلے تو میں تمہارے سنگھار پر تم سے محبت کیا کرتا تھا۔ مگر اب لوگوں کے گھروں سے مانگنے پر تم سے محبت کیا کروں گا۔ اور جتنا جتنا زیادہ کوئی بیوی مانگ کر لائے گی اتنی ہی زیادہ میری محبت اسے حاصل ہوگی لکھا ہے۔ کہ جب میری بیویوں نے یہ بات سنی۔ تو انہوں نے کہا۔ آمنا و صدقنا۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل میں لوگوں کے گھروں سے مانگ کر لایا کریں گی۔ مگر جو میری چوتھی بیوی ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے۔ کہ انہوں نے انکار کیا۔ اور کہا۔ میں تو ہرگز گھروں پر جانے اور

لوگوں سے مانگنے کے لئے تیار

نہیں۔ اور چونکہ اس جواب کا باقی بیویوں پر بڑا اثر پڑا ہے۔ اس لئے اب سکیمیں سوچی جا رہی ہیں۔ کہ اس بیوی کو کس طرح سزا دی جائے۔ تاکہ وہ بھی باقی بیویوں کی طرح مانگنے پر تیار ہو جائے۔ گویا یہ خبر پہلی خبر کا تتمہ ہے۔ ان اخباروں کے وہ خریدار جو اتنے احمق اور بے وقوف ہیں۔ کہ جو بات ان کے سامنے بیان کی جائے خواہ وہ کتنی ہی

جھوٹ اور خلاف واقعہ

ہو۔ اسے ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ان کے لئے کچھ تعجب نہیں۔ کہ اخبار والے آئندہ یہ خبر بھی لکھ دیں۔ کہ چونکہ بیویوں کے ذریعہ مانگنے پر بھی یہ معاملہ ختم نہیں ہوا۔ اس لئے اب احمدیوں کے خلیفہ نے اپنے مریدوں سے کہ قادیان کے تمام احراریوں کے گھروں پر حملہ کر دیا ہے۔ اور تمام مال و متاع لوٹ کر گھروں سمیت انہیں صفحۂ دنیا سے غائب کر دیا ہے۔ اس کے چند دن بعد یہ خبر دے دیں۔ کہ امرتسر کے فلاں فلاں محلے غائب ہو گئے ہیں۔ اور انہیں احمدیوں کا خلیفہ اٹھا کر قادیان لے گیا ہے۔ پھر لکھ دیں کہ لاہور سب کا سب غائب ہو گیا ہے۔ اور سنا گیا ہے۔ کہ قادیانی جماعت کا خلیفہ اسے اپنی جیب میں ڈال کر لے گیا ہے۔ اور اس کے بعد شائع کر دیں۔ کہ فلاں صوبہ بالکل مفقود ہے۔ اور شبہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ صوبہ بھی احمدیوں کے خلیفہ نے اپنے مریدوں کی معرفت قادیان اٹھوا منگوایا ہے احرار نے اپنے چیلوں کو اس قدر احمق بنا دیا ہے۔ کہ کچھ تعجب نہیں۔ ان کے چیلے ایسی خرافات کو بھی تسلیم کر لیں بے شک پہلے بھی

انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں

شیطان نے جھوٹ بولا ہے۔ مگر تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کبھی اتنا نڈر ہو کر شیطان نے جھوٹ بولا ہو۔ معلوم ہوتا ہے شیطان اب یہ سمجھتا ہے۔ کہ احرار کے ذریعہ سے شیطانوں کی ایک وسیع جماعت پیدا ہو گئی ہے۔ اس لئے اب میں جو چاہوں۔ کہوں۔ وہ اسے درست تسلیم کر لیں گے۔ پس چونکہ شیطان کے نزدیک اب ان مخالفوں میں کوئی آدمی نہیں رہا سب شیطان ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ اس قدر کھلا جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اخباروں میں چھاپنا شروع کر دیتے ہیں۔

پھر انہی دنوں

ہماری مجلس شوریٰ

کی کارروائیوں کا ان اخبارات میں ذکر چھپتا رہا ہے۔ مگر جو دوست مجلس میں شامل تھے۔ وہ اگر ان باتوں کو سنیں تو حیران ہو جائیں۔ کہ یہ کس مجلس شوریٰ کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ تو یہی سمجھیں۔ کہ یہ کوئی نرالی مجلس شوریٰ ہے۔ جس مجلس شوریٰ میں ہم شامل تھے اس کا یہ ذکر نہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک اس مجلس شوریٰ میں میں نے کئی گھنٹے اپنی تقریر میں میر قاسم علی صاحب کی خبر لی۔ حالانکہ مجلس شوریٰ میں ان کا نام تک نہیں آیا۔ اسی طرح

بعض اور واقعات

انہیں بیان کئے گئے ہیں۔ کہ بیرونی جماعتوں کو اس اس رنگ میں ڈانٹ پڑی۔ حالانکہ مجلس شوریٰ میں اس رنگ میں کوئی ذکر تک نہ آیا تھا۔

پھر گزشتہ ایام سے برابر ایک تسلسل ایسی فہرستوں کا چلا آتا ہے۔ جن میں

مرتدین کے نام

لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر جب ان کے متعلق تحقیق کی جاتی ہے۔ تو کچھ تو واقعہ میں ایسے لوگ ثابت ہوتے ہیں جو لوگوں کے بہکائے یا ڈر لالچ سے احمدیت چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مگر یہ بہت قلیل تعداد ہوتی ہے۔ زیادہ تر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ جب ہم ان کے متعلق تحقیق کرتے ہیں۔ تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ فلاں تو عرصہ سے ہماری جماعت کا سخت مخالف ہے اس نے کبھی احمدیت قبول ہی نہیں کی۔ اس کے ارتداد کا اعلان کیسا۔ پھر فلاں کو جماعت سے خارج ہوئے مثلاً سال دو سال ہو گئے ہیں۔ آج اس کے مرتد ہونے کا اعلان کیا معنے رکھتا ہے پھر بعض نام ایسے احمدیوں کے بھی ہوتے ہیں۔ جو نہایت مخلص ہوتے ہیں مگر ان کی طرف افترا کے طور پر یہ بات منسوب کر دی جاتی ہے۔ کہ انہوں نے احمدیت سے ارتداد کیا۔ آج ہی میں نے "الفضل" میں ایک شخص کا اعلان پڑھا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا نام بھی احرار والوں نے مرتدین میں شائع کر دیا ہے حالانکہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلص احمدی ہوں۔ یہ جھوٹ گویا اس قسم کے جھوٹوں میں سے ہے جس میں قدرے سچائی بھی ہوتی ہے۔ یعنی کچھ واقعہ میں مرتد ہو گئے ہوتے ہیں لیکن اکثر نام ایسے ہی لوگوں کے ہوتے ہیں جو یا تو ہماری جماعت کے سخت مخالف ہوتے ہیں۔ یا جماعت سے ایک عرصہ سے خارج ہو چکے ہوتے ہیں۔ یا پھر مخلص احمدی ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں

صدر انجمن احمدیہ کی طرف

سے جو بھی چندہ کی تحریک ہوتی ہے۔ اس کے متعلق "احسان" اور "مجاہد" میں چھاپ دیا جاتا ہے۔ کہ یہ تحریک اس لئے کی گئی ہے۔ کہ مرزا محمود کو فلاں ضرورت پیش آئی تھی۔ اس کے لئے روپیہ درکار تھا۔ اس لئے چندہ کی تحریک کر دی گئی۔ پھر اس ضمن میں ان

احرار کا ایک چہیتا مضمون

ہے۔ یعنی وہ ان تمام رقوم کو ایک استانی کی خاطر قرار دیتے ہیں۔ جو قادیان صرف ایک دن کے لئے آئی تھی۔ اور یہ دیکھنے آئی تھی۔ کہ وہ یہاں رہ کر کام کر سکتی ہے یا نہیں اور یہ دیکھ کر کہ اس کی لڑکیوں کی تعلیم کا یہاں انتظام نہ ہو سکے گا۔ واپس چلی گئی تھی۔ اب جو بھی چندہ کی تحریک ہو وہ اس کی خاطر سمجھی جاتی ہے۔ اور اس طرح احرار کے نزدیک ایک لاکھوں روپیہ اس کے لئے جماعت سے لیا جا چکا ہے۔ ساٹھ ہزار قرض کی جو تحریک کی گئی تھی۔ وہ بھی ان کے نزدیک اسی کے لئے کی گئی تھی۔ پھر اور بھی جو تحریکیں ہوتی ہیں۔ وہ اسی کے لئے سمجھی جاتی ہیں۔ غرض صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے کوئی تحریک ہو۔ وہ انہی اغراض کے لئے سمجھی جاتی ہے حالانکہ ان نادانوں کو معلوم نہیں۔ کہ

صدر انجمن احمدیہ کا ایک ایک پیسہ

رجسٹروں میں درج ہوتا ہے۔ انہوں نے غالباً صدر انجمن احمدیہ کی وصولی چندہ کو اپنے چندوں کی طرح سمجھا ہوا ہے ان کا طریق تو یہ ہے کہ مثلاً مولوی عطاء اللہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا۔ کہ چندہ لاؤ۔ ہم زردہ کھائیں گے۔ ہم پلاؤ کھائیں گے ہم فسٹ اور سیکنڈ کلاس میں سفر کریں گے مگر حساب نہیں دیں گے۔ لوگوں نے سمجھا بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ہم

چندہ کا حساب

مانگیں۔ تو یہ نہ دیں۔ یہ دل لگی کرتے ہیں۔ انہوں نے چندہ دے دیا۔ مگر بعد میں جب لوگوں نے حساب مانگا۔ تو کہہ دیا ہم نے نہیں کہا تھا۔ کہ ہم چندہ لیں گے۔ مگر حساب نہیں دیں گے۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے۔ کہ ہم چندہ لے کر پلاؤ زردہ کھائیں گے فسٹ اور سیکنڈ کلاس میں سفر کریں گے۔ موٹروں میں سوار ہوں گے۔ مگر حساب نہیں دیا کریں گے۔ اب تم حساب کس طرح مانگ سکتے ہو۔ پس انہوں نے خیال کیا ہے۔ کہ شائد ہمارے چندے بھی ان کے چندوں کی طرح آتے۔ اور ذاتی ضروریات میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ

ہمارے چندے

تو ایسی احتیاط سے رجسٹروں میں درج کئے جاتے ہیں۔ کہ بعض دفعہ چند پیسوں کے لئے دو دو تین تین مہینہ تک رجسٹروں کی پڑتال کی جاتی۔ اور حساب کی چھان بین ہوتی رہتی ہے۔ لکھنے والا لکھتا ہے۔ کہ میں نے فلاں دن اتنا چندہ بھیجا۔ مجھے مقامی رسید مل گئی ہے۔ مگر مرکزی حساب میں درج نہیں ہوا۔ یا ڈاک خانہ کی طرف سے تو روپوں کے پہونچنے کی رسید مل گئی ہے۔ مگر دفتر کی طرف سے نہیں ملی۔ اس پر دفاتر کی معرفت تحقیق کرائی جاتی ہے۔ اور جب چندہ دینے والے کی تسلی نہ ہو۔ تو وہ مجھے لکھتے ہیں۔ اور میں تحقیقات کرتا ہوں۔ اور اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک حساب صاف نہ ہو جائے۔ اور جو الجھن پیدا ہوئی ہو۔ وہ دور نہ ہو جائے۔ تو چونکہ وہ ہمارے حالات کو جانتے نہیں۔ اس لئے اپنے اوپر قیاس کر لیتے ہیں۔ ان کی مثال بالکل اس زمیندار کی سی ہے۔ جس کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ اس کے قریب چند نوجوان بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کہ

ملکہ وکٹوریا کھاتی کیا ہوگی

وہ چونکہ شہروں میں بھی پھر چکے تھے۔ اس لئے ان میں سے کوئی کہتا پلاؤ کھاتی ہوگی کوئی کہتا زردہ کھاتی ہوگی۔ کوئی کہتا متنجن کھاتی ہوگی۔ اسی طرح ہر ایک نے جس چیز کو وہ زیادہ پسند کرتا تھا۔ اس کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا۔ کہ ملکہ وکٹوریا یہ کھاتی ہوگی۔ یہ باتیں سن سن کر وہ زمیندار تنگ آ گیا۔ کہنے لگا۔ ہوں ہوں تم سب بے وقوف ہو۔ بھلا یہ بھی کوئی کھانے کی چیزیں ہیں۔

اصل بات

میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ملکہ نے دو کوٹھڑیاں گڑ سے بھر رکھی ہوں گی۔ وہ ٹہلتی ٹہلتی ادھر جاتی ہوگی۔ تو گڑ کی بھیلی مونہہ میں ڈال لیتی ہوگی۔ پھر دوسری طرف جاتی ہوگی تو دوسری کوٹھڑی سے گڑ کی بھیلی نکال کر مونہہ میں ڈال لیتی ہوگی۔

وہ چونکہ گڑ کھانے کا عادی تھا۔ اس لئے اس نے سمجھ لیا۔ کہ ملکہ بھی گڑ ہی کھاتی ہوگی۔ اس طرح چونکہ احرار کو خود

لوگوں سے چندے وصول کرکے کھانے کی عادت

ہے۔ اس لئے وہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں بھی یہی کچھ ہوتا ہوگا۔ چنانچہ پندرہ بیس سال کی بات ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک اخبار میں چھپا تھا۔ کہ قادیان میں جب لوگوں کے منی آرڈر پہونچتے ہیں۔ تو سب لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں اور شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ لانا ہمارا حصہ کہاں ہے۔ ہر ایک کا روپیہ میں سے کچھ حصہ مقرر ہوتا ہے۔ مثلاً میرا دو آنے فی روپیہ حصہ ہوا۔ مولوی شیر علی صاحب کا روپیہ میں سے دو پیسے۔ مفتی محمد صادق صاحب کا دو پیسے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے دو پیسے مولوی عبد الرحیم صاحب درد کے دو پیسے ہوئے۔ جس وقت منی آرڈر پہونچتے ہیں سب دوڑ پڑتے ہیں اور مسجد میں اکٹھے ہو کر روپیہ کو آپس میں بانٹ کر اپنے اپنے گھر لے جاتے ہیں۔

اب ہم تو اپنے دل میں ان خبروں کو پڑھ کر یا تو ہنس دیتے ہیں۔ یا ہمیں درد پیدا ہوتا ہے۔ کہ انسان جب

شرافت سے عاری

ہو جاتا ہے۔ تو کس طرح کتے اور سور جتنی بھی نیکی اس میں باقی نہیں رہتی۔ کتے اور سور میں پھر بھی کچھ حیا ہوتی ہے۔ مگر ایسے صریح جھوٹ بولنے والوں میں تو اتنی بھی حیا نہیں رہی۔ جتنی کتے اور سور میں پائی جاتی ہے۔ پھر کبھی حیرت آ جاتی ہے۔ کہ کیا اللہ تعالےٰ کا ان نیت پر کوئی ایسا غضب نازل ہونے والا ہے۔ کہ یہ کمبخت صفحۂ ہستی سے بالکل مٹا دیا جائے گا۔ اور اس کا سچائی سے کوئی واسطہ نہ رہے گا پھر تھوڑے ہی دن ہوئے

احرار کے ایک اخبار میں ایک اور خبر

شائع ہوئی۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ ایک ہی اخبار میں ایک ہی صفحہ پر دو متضاد خبریں درج کر دی گئیں۔ ان دونوں میں ذکر تھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب قادیان میں آئے۔ اور میری ان سے گفتگو ہوئی۔ ایک خبر میں تو اس گفتگو کو خواب کے رنگ میں بیان کیا گیا تھا۔ اور ایک میں نامہ نگار کی طرف سے وہ گفتگو بیان کی گئی تھی۔ مگر ایک میں تو یہ لکھا تھا۔ کہ میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو خوب ڈانٹا اور دوسری میں یہ لکھا تھا۔ کہ چوہدری صاحب نے مجھے خوب ڈانٹا۔ ایک میں تو میں انہیں ڈانٹتا ہوں۔ کہ آپ کچھ بھی نہیں کرتے۔ وائسرائے کی

ایگزیکٹو کونسل کا ممبر

آپ کو کیوں بنایا گیا تھا۔ جب آپ ہماری مشکلات کو دور کرنے کے لئے کوئی علاج نہیں کرتے۔ اور دوسری میں وہ مجھے ڈانٹتے ہیں کہ میں تدبیریں کر کر کے تھک جاتا ہوں۔ مگر تم اپنی بے وقوفی سے کام خراب کر دیتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں یہ خبریں جس نے لکھیں وہ کوئی معمولی نامہ نگار نہ تھا۔ کیونکہ میری ملاقات کے وقت ملنے والے احمدی کے سوا اور میرے سوا دوسرا کوئی شخص وہاں موجود نہیں ہوتا۔ مگر جب غیر شخص ملنے والا ہو تو دفتر کا کوئی آدمی یا کوئی اور دوست وہاں موجود ہوتے ہیں۔ کسی احمدی کی ملاقات کے وقت ایسا نہیں کیا جاتا ؛

پس جبکہ وُہ بالکل الگ کمرہ تھا۔ جس میں گفتگو ہوئی۔ اور اس وقت اور کوئی تیسرا آدمی پاس موجود نہ تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ یہ نامہ نگار آدمی نہیں تھا۔ بلکہ یا تو چھپکلی تھا۔ یا مکھی تھا۔ یا چیونٹی تھا۔ یا کوئی سنپولیا تھا۔ جو کسی بدررو میں چھپا بیٹھا تھا۔ بہرحال وُہ انسان نہیں ہو سکتا۔ یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ احرار کو کوئی ایسا طلسم آگیا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے وُہ مکھی بن کر میری پگڑی پر۔ یا چودھری صاحب کے کوٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ کہ کمرہ میں کوئی اور آدمی ہے۔ اور ہم راز کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر ”مجاہد“ اور ”احسان“ کا نامہ نگار مکھی بنا خود ہمارے کپڑوں پر بیٹھا ہُوا ہوتا ہے۔ اور ہنس ہنس کر کہتا جاتا ہے۔ کہ

آج ان کا راز خوب معلوم ہُوا

اور پھر بعد میں شائع کر دیتا ہے۔ غرض کوئی احمق یہ نہیں سوچتا۔ کہ وُہ نامہ نگار جس نے یہ خبر لکھی۔ اس وقت بیٹھا کہاں تھا اور اُس نے وُہ گفتگو سُنی کس طرح سے جو میرے اور چودھری صاحب کے درمیان ہوئی۔ خواہ اس کا کوئی موضوع ہو۔ وُہ ”احسان“ یا ”مجاہد“ کے نامہ نگار کو معلوم کس طرح ہو گئی۔ جبکہ گفتگو جس وقت ہُوئی اس وقت کمرہ میں اور کوئی آدمی نہ تھا۔ اور یہ طریق صرف چودھری صاحب سے مخصوص نہیں۔ جماعت کے وُہ ہزاروں دوست جو سال بھر میں مجھ سے ملتے ہیں۔ جانتے ہیں۔ کہ وُہ اکیلے ملتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ وُہ خود کسی دوسرے دوست کو ساتھ لے آئیں یا سوائے مشتبہ لوگوں کے کہ ان کی گفتگو کے وقت کسی گواہ کا موجود رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح چودھری صاحب مجھ سے جب ملتے ہیں۔ علیحدگی میں ملتے ہیں۔ اس وقت اور کوئی پاس نہیں ہوتا۔ ہاں اگر مشترکہ امور پر گفتگو ہو۔ تو اس وقت جماعت کے اور دوست بھی ہوتے ہیں۔ اور چودھری صاحب بھی۔ پس ایسی

پرائیویٹ گفتگو کی خبر

”احسان“ یا ”مجاہد“ کو کس طرح ہو سکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ میں یہ سمجھوں۔ کہ ”احسان“ اور ”مجاہد“ کا نامہ نگار اس وقت سنپولیا بنا ہُوا کسی بدررو میں بیٹھا تھا۔ یا مکھی بن کر کرسی پر بیٹھا تھا۔ یا چھپکلی بن کر روشندان میں موجود تھا۔ اور اس نے ہماری باتیں سُن کر ”احسان“ اور ”مجاہد“ میں شائع کرا دیں۔ پس اگر کوئی ایسا طلسم اُن کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ سوائے اس کے کیا سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ یہ

شیطان کے چیلے

ہیں۔ جو ساری دُنیا کو اُلّو بنا رہے ہیں۔

ان جھوٹوں کا صرف ایک علاج ہو سکتا ہے۔ اور وُہ یہ کہ اُجرت ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ ”مجاہد“ اور ”احسان“ والے جب اس قسم کی کوئی خبر شائع کریں۔ تو اس کے آخر میں یہ لکھ دیا کریں۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

اس طرح جتنی رپورٹیں وُہ ہمارے متعلق شائع کریں۔ ان کے بعد لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے الفاظ بھی لکھ دیا کریں۔ اور ان الفاظ کی قیمت مناسب اشتہاری ریٹ پر وُہ ہم سے لے لیا کریں۔ میری طرف سے انہیں کھلی اجازت ہے۔ کہ وُہ ان رپورٹوں اور اطلاعات کو درج کرنے کے بعد ہر رپورٹ کے نیچے لکھ دیا کریں کہ جماعت احمدیہ کا جواب اس رپورٹ کے متعلق یہ ہے۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور صرف اتنے حصے کی اُجرت کا بل بنا کر مجھے بھیج دیا کریں۔ میں انہیں روپیہ ادا کر دوں گا۔ اس صورت میں ہمارے نزدیک یہی جواب کافی ہو جائے گا۔ اور پھر انہیں یہ بھی فائدہ ہوگا۔ کہ انہیں پیسے مل جائیں گے۔ غرض اس طرح انہیں خبر کی خبر مل جائے گی۔ اخبار بھی دلچسپ رہے گا اور ہم سے پیسے بھی وصول کر سکیں گے جس کے ذریعہ ممکن ہے۔ وُہ اپنے نامہ نگاروں کا گھر بھر سکیں۔

مخالفین کے ان جھوٹوں کے ساتھ کچھ منافق بھی کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور یہ بھی ایک جماعت ہو گئی ہے۔ جن میں سے کچھ تو قادیان میں رہ کر۔ اور کچھ اخبار والوں سے مل کر

فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش

کرتے رہتے ہیں۔ ابھی تین چار دن ہُوئے ایک دوست نے ایک خط بھیجا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ بعض بڑے بڑے بزرگ کہتے ہیں (نہ معلوم وُہ کونسے بزرگ ہیں) کہ خلیفہ صاحب کی بیویاں سفر میں ہمیشہ فرسٹ کلاس ہوٹلوں میں ٹھہرا کرتی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ سوائے ایک دفعہ کے وُہ فرسٹ کلاس چھوڑ کبھی تھرڈ کلاس ہوٹلوں میں بھی نہیں ٹھہریں۔ وُہ استثناء ۱۹۱۸ء کے شروع کا ہے۔ اس وقت میں سخت بیمار ہُوا تھا۔ اور ڈاکٹروں نے

سمندر پر جانے کا مشورہ

دیا تھا۔ اس وقت بمبئی جاتے ہُوئے میرے ساتھ ناصر احمد کی والدہ اور امۃ الحی مرحومہ تھیں۔ اس وقت دہلی میں کسی احمدی کا مکان ہمارے قافلہ کو رکھنے کے قابل نہ تھا۔ اس لئے کارونیشن ہوٹل میں جو ایک معمولی ہندوستانی ہوٹل ہے۔ ہماری

رہائش کا انتظام

کیا گیا تھا۔ اس کے سوا کبھی میری کوئی بیوی میری یاد۔ اور میرے علم میں کسی فرسٹ یا سیکنڈ یا تھرڈ کلاس ہوٹل میں نہیں ٹھہری بیویاں تو الگ رہیں۔ میں خود بھی ایک دفعہ کے سوا کبھی فرسٹ کلاس ہوٹل میں نہیں ٹھہرا۔ مگر وُہ بھی تبلیغی ضرورتوں کے لئے قیام تھا۔ یہ واقعہ

سفر لنڈن

کا ہے۔ جس کے دوران میں بڑے آدمیوں کی ملاقات کے خیال سے میں پیرس میں بعض ساتھیوں سمیت ایسے ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ جسے فرسٹ کلاس ہوٹل کہا جا سکتا ہے مگر وہاں بھی جن کمروں میں ہم ٹھہرے تھے فرسٹ کلاس کمرے نہ تھے۔ بلکہ

تھرڈ کلاس کمرے

تھے۔ اس کے علاوہ باقی جس قسم کے ہوٹلوں میں ہم ٹھہرے۔ اور جس قسم کا ہم نے کھانا کھایا۔ ان میں سے ایک ہوٹل کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کا کھانا کھا کر مجھے آٹھ دن دست لگے رہے تھے۔ پس ساری عمر میں مجھے اس فرسٹ کلاس ہوٹل میں ٹھہرنا یاد ہے۔ اور وُہ بھی تبلیغی ضرورتوں کے لئے تھا۔ باقی کبھی فرسٹ کلاس ہوٹل میں میں نہیں ٹھہرا اور نہ کبھی میری بیویاں سوائے ۱۹۱۸ء کے فرسٹ چھوڑ تھرڈ کلاس ہوٹل میں ٹھہریں۔

بہرحال چونکہ کسی ہوٹل کو فرسٹ۔ اور سیکنڈ کلاس ہوٹل سمجھنا بھی اپنی اپنی نگاہ پر منحصر ہوتا ہے۔ اس لئے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ اس دوست نے جھوٹ بولا ہے۔ ممکن ہے۔ انہوں نے

دہلی والا واقعہ

کسی سے سُن کر ہی یہ بات کہہ دی ہو۔ یا پھر ممکن ہے۔ معمولی ہوٹل کو بھی وُہ اپنی نگاہ میں فرسٹ اور سیکنڈ کلاس ہوٹل سمجھتے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے۔ کہ کوئی چوہڑا لاہور کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ ہزاروں آدمی رو رہے ہیں۔ وُہ حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ کیا بات ہے۔ لوگوں نے بتایا۔ کہ رنجیت سنگھ مر گیا ہے۔ وُہ کہنے لگا۔ میں نے سمجھا خبر نہیں کیا بات ہو گئی ہے۔ جب بابو جیسے (یعنی والد جیسے) مر گئے۔ تو رنجیت سنگھ بیچارا کونسے حساب میں تھا۔ گویا اس چوہڑے نے اپنے باپ کو فرسٹ کلاس آدمی سمجھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تھرڈ کلاس۔ پس یہ

اپنی اپنی سمجھ کی بات

ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ کہنے والے نے یہ بات جھوٹ کہی۔ یا فریب کیا۔ ممکن ہے انہوں نے میرے دہلی میں ٹھہرنے کا واقعہ سُنا ہو۔ اور اسی کو انہوں نے فرسٹ کلاس ہوٹل میں ٹھہرنا قرار دے لیا ہو۔ مگر جس نیت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے۔ وُہ بے شک منافقانہ ہے۔

پھر مشہور کیا جاتا ہے۔ کہ قادیان میں بہت سے منافق رہتے ہیں۔ اور بڑی بڑی میٹنگیں کرتے رہتے ہیں چنانچہ ان میٹنگوں کی خبریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور وُہ ایسی دلچسپ ہوتی ہیں۔ کہ ان کو پڑھ کر

الف لیلہ کا سا لطف

آتا ہے۔ تقریریں یہ ہوتی ہیں۔ کہ اپنی جانیں قربان کردو۔ اور بہادری و جرأت کا نمونہ دکھاؤ۔ مگر بتایا یہ جاتا ہے۔ کہ وہ چھپ کر سڑکوں سے دور بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ تا جماعت احمدیہ کا کوئی جاسوس ان کی نقل و حرکت کو معلوم نہ کرے۔ اور ان کی باتوں کا پتہ نہ لگائے۔ ادھر تو اتنی بہادری کے دعوے کئے جاتے ہیں۔ کہ کہا جاتا ہے۔ اپنی جانیں قربان کردو۔ اور دوسری طرف اتنا اخفا کیا جاتا ہے کہ کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارا کوئی آدمی ان کی باتیں نہ سن لے۔ منافقوں کی یہ بہادری ایسی ہی بہادری ہے جیسے

چوہوں کے متعلق قصہ

مشہور ہے۔ کہ انہوں نے ایک روز مل کر مشورہ کیا۔ کہ بلی ہمیں روز مار جاتی ہے۔ اس کا کوئی علاج کرنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے بیٹھ کر طے کیا۔ کہ بلی کا مقابلہ کرنا چاہیئے اس پر فیصلہ ہوا۔ کہ چوہوں کو اپنے آپ کو

قربانی کے لئے

پیش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بڑی بڑی تقریریں ہوئیں۔ اور مطالبہ کیا گیا۔ کہ کون ہے۔ جو اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرتا ہے اس پر بڑے بڑے چوہے اٹھے۔ پچاس ساٹھ نے کہا۔ کہ اب کی دفعہ بلی آئی۔ تو ہم اس کی دم پکڑ لیں گے۔ پچاس ساٹھ چوہوں نے کہا۔ کہ ہم اس کا دایاں کان پکڑ لیں گے۔ پچاس ساٹھ نے کہا کہ ہم اس کا بایاں کان پکڑ لیں گے۔ سو دو سو نے کہا کہ ہم اس کی گردن پکڑ لیں گے۔ سو دو سو نے کہا ہم اس کی ٹانگوں سے چمٹ جائیں گے غرض اسی طرح سینکڑوں چوہوں نے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ اور کہا کہ ہم بلی کو پکڑ لیں گے۔ اور اسے جانے نہ دیں گے۔ جب چوہے یہ تقریریں کر رہے اور قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کر رہے تھے۔ تو گوشہ میں سے میاؤں کی آواز آئی۔ یہ سنتے ہی سب چوہے بھاگ گئے۔ کسی نے کہا بھاگے کہاں جا رہے ہو۔ تم نے تو کہا تھا ہم بلی کا کان پکڑ لیں گے۔ اس کی گردن پکڑ لیں گے اس کی دم سے چمٹ جائیں گے۔ اور اسے مار ڈالیں گے۔ اب بھاگتے کیوں ہو۔ وہ کہنے لگے۔ سب کچھ طے ہو گیا تھا۔ مگر میاؤں پکڑنے کا تو کسی نے وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہی حال منافقین کا ہے۔ وہ بھی

جانیں قربان کرنے کا اعلان

کرتے ہیں۔ مگر میاؤں سے بھاگ جاتے ہیں۔ اور اتنی جرأت نہیں کرتے۔ کہ ہمارے کسی آدمی کے کان کو اپنے قریب آنے دیں۔ ہاں زبان سے یہ دعوے بھی کئے چلے جاتے ہیں کہ ہم جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ کہ قادیان میں منافق ہیں۔ اور یقیناً وہ منافقانہ چالیں چلتے ہیں۔ لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ میٹنگیں کرتے ہیں۔ اور قادیان کے اکثر افراد منافق ہیں۔ یہ محض

جھوٹ اور افترا

ہوتا ہے۔ نہ کوئی میٹنگ ہوتی ہے۔ نہ کوئی اور ایسی بات ہوتی ہے۔ لیکن ان کی غرض اس قسم کی خبروں سے یہ ہوتی ہے۔ کہ اس قسم کی میٹنگوں کی خبریں پڑھ کر لوگ گھبرا جائینگے اور کہیں گے اللہ اکبر معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ یونہی نام لے دیتے ہیں۔ مثلاً گزشتہ دنوں ایک شخص نے کہا کہ اب میں مرزائیوں کو بتا دوں گا۔ کہ میرے اخبار میں چودھری فتح محمد اور خان صاحب فرزند علی خود مضامین بھجوایا کرتے تھے۔ اور میں تو ان کے پرچے نکال کر اخبار میں دے دوں گا۔ مگر کیا کچھ بھی نہ۔

اسی طرح جب شروع شروع میں شکایات کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ تو ہر ایک کے متعلق میرے پاس کوئی نہ کوئی خبر پہونچی تھی۔ اور کوئی ایسا نہ تھا جس کی منافقت کی اطلاع انہوں نے میرے پاس نہ بھجوائی ہو۔ میرے بھائیوں کے متعلق کہا گیا۔ کہ وہ منافق ہیں۔ میرے بیٹوں کے متعلق کہا گیا کہ وہ منافق ہیں میری بیویوں کے متعلق کہا گیا۔ کہ وہ منافق ہیں۔ سلسلہ کے تمام ناظروں سلسلہ کے قریباً تمام افسروں اور ان تمام کارکنوں کے متعلق جن کی کچھ بھی سلسلہ میں خدمات تھیں۔ مجھے لکھا گیا۔ کہ وہ منافق ہیں۔ اور اس رنگ میں اطلاع دی جاتی۔ کہ گویا

ایک قیمتی راز

ہے۔ جو میرے پاس پہونچایا جا رہا ہے۔ کئی لوگ جنہیں ان باتوں میں سے انفرادی طور پر کسی کے متعلق کوئی اطلاع پہونچتی۔ تو وہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آتے۔ اور کہتے فلاں کے متعلق اطلاع ملی ہے۔ کہ وہ منافق ہے میں کہتا جانے دو۔ تمہارے متعلق بھی منافقت کی اطلاع میرے پاس پہونچی ہوئی ہے۔ اس سے منافقوں کی غرض یہ ہوا کرتی تھی کہ شائد میں ان کی ان چالوں میں آجاؤنگا اور سب کو منافق تسلیم کر لوں گا۔ حالانکہ یہ ہتھکنڈے تو شیطان کے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہیں۔ اور جس نے قرآن مجید پڑھا ہوا ہو۔ وہ آدم کے وقت کی بات سے آج دھوکا نہیں کھا سکتا۔ میں گو آدمؑ کے وقت میں نہیں تھا۔ مگر

قرآن کے ذریعہ میں آدمؑ کے وقت میں بھی تھا

میں پیدا البتہ میں ہوا۔ مگر قرآن کے ذریعہ میں نوحؑ کے ساتھ بھی تھا۔ میں ابراہیمؑ کے ساتھ بھی تھا۔ میں موسےٰؑ کے ساتھ بھی تھا۔ میں داؤدؑ کے ساتھ بھی تھا۔ میں سلیمانؑ کے ساتھ بھی تھا۔ میں عیسےٰؑ کے ساتھ بھی تھا۔ اور میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھا۔ میں نے سب مخالفوں کو دیکھا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ اپنی ان چالوں کی وجہ سے جو انہوں نے پہلے انبیاء کے وقت اختیار کیں۔

مجھے دھوکا نہیں دے سکتے

ہاں میں منافقوں کو جانتا ہوں اور بیسیوں منافقوں کو جانتا ہوں۔ ان کو جانتا ہوں۔ اس الہٰی علم کے ذریعہ سے جو مجھے عطا کیا گیا۔ ان کو جانتا ہوں ان کشوف اور رویا کے ذریعہ سے جو مجھے دکھائے گئے پھر کئی ہیں جن کو

علم اور ادراک کے ذریعہ

جانتا ہوں۔ ایک شخص میرے ساتھ بات کرتا ہے۔ اور میری روح اس کی روح سے ٹکرا کر معلوم کر لیتی ہے۔ کہ یہ

منافق کی روح

ہے۔ پھر کئی ہیں جن کو ایسی شہادتوں سے جانتا ہوں۔ جو معقول ہوتی ہیں۔ اور قرآنی اصول کے مطابق صحیح ہوتی ہیں۔ اس کے سوا جتنی باتیں بیان کی جاتی ہیں میں جانتا ہوں۔ کہ وہ غلط ہیں۔ پس میں ان باتوں سے کیوں ڈروں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ

شیطان اپنے اولیاء کو ڈرایا کرتا ہے

پس جبکہ شیطان اپنے اولیاء کو ڈراتا ہے۔ تو میں شیطان اور اس کے چیلوں سے کیوں ڈروں۔ پس بے شک قادیان میں منافق ہیں۔ اور باہر بھی منافق ہیں۔ جو یہاں سے بھاگ کر گئے ہیں۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ بعض بڑے بڑے مخلص بن کر دوسروں کو بہکاتے۔ اور پھر جب گرفت کی جائے۔ تو دلائل بھی دیتے ہیں۔ جیسے

عبداللہ بن ابی بن سلول اور دوسرے منافقین کا حال

تھا۔ مگر قرآن مجید نے منافقین کی پہچان کے لئے بعض معیار بھی بتا دیئے ہیں۔ اور وہ اتنے کھلے معیار ہیں۔ کہ ہر شخص ان کے ذریعہ منافق کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ مگر لوگ عموماً اپنے

جذبات کے تابع

رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ منافقین کو نہیں دیکھ سکتے۔ ورنہ اگر وہ اپنے آپ کو قرآن مجید کے تابع کر دیں۔ تو انہیں ایک نور مل جائے جس کی مدد سے وہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز کر سکیں لیکن چونکہ وہ جذبات کے تابع رہتے ہیں

قرآن مجید کے تابع اپنے آپ کو نہیں کرتے اس لئے وہ اس نور سے محروم رہتے ہیں جس سے منافقوں کو پہچانا جا سکتا ہے۔ پس میرے لئے منافقوں کا پہچاننا ایسا ہی آسان ہے جیسے زرد اور سرخ رنگ کا معلوم کرنا۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے وہ اصول اور گر بتا دئے ہیں جن سے منافقین کو پہچانا جا سکتا ہے۔ قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ شخص جو مومنوں کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے دیکھا میں نے نہیں کہا تھا۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ وہ منافق ہے قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ

وہ شخص منافق ہے جو قسمیں بہت کھاتا ہے

قرآن نے ہمیں بتایا ہے۔ کہ وہ لوگ جو مخلصین پر اعتراض کرتے اور منافقین کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں وہ منافق ہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے۔ کہ وہ شخص جو قربانی کے وقت پیچھے ہٹ جاتا اور لوگوں کو بھی ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور عذر تراشنے اور بہانے بنانے لگ جاتا ہے وہ منافق ہے۔ قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جو شخص اپنی

پرائیویٹ مجالس میں نظام پر اعتراض

کرے۔ اور کہے کہ قربانیوں سے جماعت تباہ ہوتی جا رہی ہے۔ وہ منافق ہے۔ غرض کئی علامتیں ہیں۔ جو قرآن کریم نے ہمیں بتائیں اگر کبھی منافقوں کے متعلق میں نے کوئی مضمون بیان کیا۔ تو اس میں بہت سی علامتوں کا ذکر کروں گا۔ مگر یہ موٹی موٹی باتیں ہیں۔ اور ان سے اسی طرح منافقوں کو پہچانا جا سکتا ہے جس طرح روز روشن میں انسان ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو جذبات کے تابع ہوں۔ جن کے دوست میں اگر کوئی عیب ہو تو وہ انہیں نظر نہ آئے۔ لیکن اگر ان کا کوئی دشمن ہو تو فوراً وہ عیب انہیں اس میں نظر آنے لگے۔ ان کی نگاہوں سے منافق

پوشیدہ رہتے ہیں۔ صرف وہی منافقین کو پہچان سکتے ہیں۔ جو ہر قسم کے بغض کینہ۔ حسد اور تمام اندرونی آلائشوں سے صاف ہوں۔ تب انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور ملتا ہے۔ اور وہ نگاہ عطا کی جاتی ہے جس سے وہ منافقوں کو پہچان لیتے ہیں۔ ابھی منافقوں میں سے ایک نے یہ خبر میرے متعلق شائع کی ہے۔ وہ مجھے چیلنج دیتا ہے اور کہتا ہے۔ میاں صاحب ذرا ثابت تو کریں کہ جب سے وہ خلیفہ ہوئے ہیں انہوں نے جمعہ کے سوا کوئی نماز مسجد میں پڑھی ہو۔ اس امر کو اس شخص نے اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ ناواقف سمجھے کہ اتنا جھوٹ تو کوئی بول نہیں سکتا۔ ضرور یہ بات سچ ہو گی۔ لیکن ہر قادیان کا رہنے والا اور اکثر لوگ جو باہر سے آتے رہتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ اس شخص نے

اول درجہ کا افتراء

کیا ہے۔ ایسا افتراء کہ خود اس کا پاس کے برخلاف اس امر پر مباہلہ کرنے کو تیار ہو گا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص کے نزدیک مجھے اس قدر

جادو آتا ہے

کہ جب آپ لوگ صبح کی نماز میں آتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں آیا ہوں۔ تو دراصل وہ میں نہیں ہوتا صرف آپ لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت جب آپ لوگ آتے ہیں۔ اور مجھے نماز پڑھاتے ہوئے دیکھتے ہیں تب بھی میرا جادو قائم ہوتا ہے۔ اور آپ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ میں آپ کو نماز پڑھا رہا ہوں حالانکہ حقیقت میں میں اس وقت گھر بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ پھر عصر کی نماز میں جب آپ لوگ آتے ہیں اور مجھے نماز پڑھاتے دیکھتے ہیں تو یہ بھی میرا ایک جادو ہوتا ہے۔ یہی حال مغرب

اور عشاء کا ہوتا ہے۔ آپ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ میں آپ کو نماز پڑھا رہا ہوں۔ حالانکہ اس منافق کے قول کے مطابق میں اس وقت گھر بیٹھا ہوتا ہوں۔ یہ جادو غالباً احرار کی طرف سے ہی ہوتا ہوگا۔ ہمیں تو اس قسم کا جادو نہیں آتا۔ ہاں ان کے سکرٹری

مسٹر مظہر علی اظہر

ہیں۔ اور ان کے ہاں ایسا جادو پایا جاتا ہے مظہر علی صاحب اظہر شیعہ ہیں اور شیعوں کی نہایت ہی معتبر کتاب کافی میں لکھا ہے کہ ان کے امام صاحب نے ایک دفعہ کہا

سوائے شیعوں کے جتنے لوگ ہیں سب حرامزادے ہیں

کسی نے کہا وہ حرامزادے کس طرح ہو گئے۔ روز لوگوں کے نکاح ہوتے ہیں اور ان نکاحوں کے بعد بچے پیدا ہوتے ہیں ان کے امام صاحب کہنے لگے۔ تمہیں پتہ نہیں یہ سب دھوکے کی بات ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جس وقت کوئی سنی یا مجوسی یا عیسائی اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے۔ تو شیطان اس کی گردن پکڑ کر اسے الگ کر دیتا ہے۔ اور خود اس کا ہم شکل بن کر اس کی بیوی سے ہم صحبت ہو جاتا ہے بیوی سمجھتی ہے۔ کہ میرا خاوند مجھ سے ہم بستر ہے۔ مگر ہوتا دراصل شیطان ہے۔ اس طرح شیعوں کے سوا جس قدر لوگوں کی اولاد ہوتی ہے۔ سب ولد الزنا ہوتی ہے۔ پس اگر احرار کے ہاں کوئی ایسا تماشہ دکھایا جاتا تو تعجب

کی بات نہ تھی۔ اور اسے سچ سمجھا جا سکتا تھا مگر ہمارے ہاں تو ایسی کوئی چیز نہیں ٭
بعض منافقوں نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ خود تو

مغربیت کے خلاف تعلیم

دیتے ہیں۔ مگر اپنی بیٹیوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں۔ اور اس کے لئے استانی رکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ جہاں میں نے مغربیت کے خلاف تقریر کی تھی۔ وہیں اس بات کا جواب بھی دے دیا گیا تھا۔ پھر لڑکیوں کے لئے

استانی رکھنے کا سوال

تو دور کا ہے اس سے زیادہ نمایاں ایک اور بات موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ میرا بیٹا انگلستان میں انگریزی کی تعلیم حاصل کر رہا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نمایاں مثال یہ ہے کہ میں نے خود انگریزی پڑھنے کی کوشش کی ہے اور

انگریزی زبان کا لٹریچر

منگوا کر پڑھتا رہتا ہوں۔ لیکن اس کی وجہ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ یہ ہے کہ مغربیت کسی مٹی کے ڈھیر کا نام نہیں جسے پیر مار کر ہم نے مٹانا ہے۔ بلکہ مغربیت ان آدمیوں کی طرز معاشرت اور طرز تمدن کا نام ہے۔ جو انگریزی بولتے اور فرانسیسی وغیرہ زبانیں بھی استعمال میں لاتے ہیں۔ اس مغربیت کو کس طرح مٹایا جا سکتا ہے جب تک ہم خود انہی کی زبانوں میں مہارت پیدا کر کے انہیں ان کے نقائص نہ بتائیں اور انہیں اسلام کی تعلیم نہ بتائیں

پس جب میں نے کہا تھا۔ کہ مغربیت کو کچل دو۔ تو سوچنا چاہیئے۔ کہ میرا اس سے کیا مطلب تھا۔ اگر تو میرا یہ مطلب تھا۔ کہ مغربیت کے دلدادوں کو زہر دے کر مار دو۔ تو پھر تو سوال ہو سکتا تھا۔ کہ جب انہیں مار دیا۔ تو پھر ان کی

زبان سیکھنے کا کیا مطلب

اور اگر میرا یہ مطلب تھا۔ کہ اہل مغرب کو مسلمان بنا کر مغربیت کو کچلو۔ تو پھر یہ فرض کس طرح ادا ہو سکتا ہے۔ جب تک ہمارے مرد اور ہماری عورتیں انگریزی زبان نہ سیکھیں۔ اور ان تک اپنے خیالات پہنچانے کے قابل نہ بن جائیں۔ میں نے تو کئی دفعہ اس بات پر زور دیا ہے کہ عورتوں کی تعلیم میں یہ نقص ہے۔ بلکہ لڑکوں کی تعلیم میں بھی یہ نقص تھا۔ جس کا انگریزی کے متعلق تو ازالہ ہو گیا ہے۔ مگر

عربی کے متعلق ابھی وہ نقص موجود ہے

کہ ہمارے ہاں صرف لفظ رٹائے جاتے ہیں۔ اس زبان میں بولنا نہیں سکھایا جاتا۔ بڑے بڑے مولوی بھی جب عربی میں بات کریں گے تو رہ جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل بے شک ہماری جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو عربی کے ماہر ہیں۔ اور کچھ ہماری جماعت کا وہ حصہ ہے۔ جو

عربی ممالک میں رہنے کی وجہ

سے عربی زبان میں اچھی طرح گفتگو کر سکتا ہے لیکن باقی مسلمانوں میں سے بڑے بڑے تعلیم یافتہ اشخاص بھی نعم اور لا سے آگے نہیں چل سکتے۔ اور نہ اپنے خیالات کا عربی میں اظہار کر سکتے ہیں۔ سر ہلاتے چلے جائیں گے اور کسی بات پر لا اور کسی پر نعم کہدینگے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔ حالانکہ وہ عالم ہوتے ہیں اور واقعہ میں بڑے بڑے عالم ہوتے ہیں۔ اگر وہ کسی

ادب کی کتاب پر حاشیہ

لکھنے بیٹھیں۔ تو ایسا زبردست حاشیہ لکھیں۔ کہ عربوں اور مصریوں کو حیران کر دیں۔ لیکن چونکہ انہیں عربی میں باتیں کرنے کی مشق نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر کسی سے عربی میں گفتگو کرنے کا موقع آئے۔ تو وہ پسینہ پسینہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ علم سیکھنے سے غرض یہی ہوتی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ہماری لڑکیوں کی انگریزی کی تعلیم میں یہ نقص خاص طور پر موجود ہے۔ لڑکوں کی تعلیم میں بھی ہے۔ مگر لڑکیوں کی تعلیم میں یہ نقص بہت زیادہ ہے۔

زبانیں سکھائی جاتی ہیں مگر بولنا نہیں سکھایا جاتا

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ لڑکی ایف۔ اے تک تعلیم پا لیتی ہے۔ بی۔ اے ہو جاتی ہے۔ لیکن جب اس سے بات کرو۔ تو اس کی زبان پر ییس اور نو کے الفاظ تک نہیں آ سکتے۔ یہ نقص تعلیم میں اسی لئے واقعہ ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کو انگریزی اور عربی میں بولنے اور اپنے

خیالات کا اظہار کرنے کی مشق

نہیں کرائی جاتی۔ حالانکہ جن لوگوں کو بولنے کی مشق ہو۔ وہ تھوڑی سی تعلیم حاصل کر کے بھی اپنے مافی الضمیر کا بخوبی اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ غرض انگریزی تعلیم حاصل کرنا مغربیت کا اثر قبول کرنا نہیں۔ بلکہ مغربیت کے کچلنے کا یہ ذریعہ ہے۔ اور اس چیز کو ہم جس قدر جلد حاصل کر سکیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہاں یہ احتیاط

ضروری ہے۔ کہ ہماری لڑکیاں مغربی اثر قبول نہ کریں

مگر زبان دانی کے لئے اگر ہم کوئی ایسا انتظام کریں جس سے ہمارے لڑکے اور ہماری لڑکیاں عربی اور انگریزی میں بخوبی گفتگو کر سکیں تو یہ بجائے قابل اعتراض امر ہونے کے مستحسن امر ہو گا۔ میں تو اس فکر میں ہوں۔ کہ کچھ اور انتظام کر کے چار پانچ ہوشیار لڑکے مصر اور عرب میں بھجوا دوں۔ تا وہاں سے وہ زبان سیکھ کر آئیں۔ اور پھر ایک بورڈنگ بنا دیا جائے۔ جس میں ان کی زیر نگرانی لڑکوں کو عربی میں ہی گفتگو کرنے کی اجازت ہو۔ تا جب وہ تعلیم سے فارغ ہوں۔ تو

عربی میں عمدگی سے تقریریں کرنے والے

ہوں۔ عربی یا انگریزی میں جب تک کوئی انسان تقریر نہیں کر سکتا۔ اور اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اس وقت تک اس زبان کے سیکھنے کا فائدہ کیا ہو سکتا ہے خالی کتابیں پڑھا دینا تبلیغ میں مفید نہیں ہو سکتا ہماری جماعت میں اس وقت صرف چند ہی لوگ ہیں۔ جو

عربی میں تقریریں

کر سکتے ہیں۔ اور وہ بھی اس لئے کہ وہ کچھ عرصہ تک غیر ممالک میں رہ چکے ہیں۔ مثلاً مولوی ابو العطاء صاحب ہوئے۔ یا شیخ عبد الرحمن صاحب مصری ہیں۔ کہ وہ مصر میں رہ آئے ہیں۔ مولوی جلال الدین صاحب شمس ہیں۔ مولوی اللہ دتا صاحب ہیں۔ ان کے بعد بس انشاء اللہ خیر سلا۔ کسی نے دو چار فقرے بول لئے۔ یا ایک دو علماء نے ہمت کر کے خود عربی میں بولنے کی مشق پیدا کر لی۔ تو یہ اور بات ہے ہر شخص ایسی ہمت نہیں کر سکتا۔ بعض ایسی ہمت والے ہوتے ہیں۔ کہ خواہ مکمل سامان انہیں حاصل نہ ہوں۔ پھر بھی وہ اپنی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن ننانوے فیصدی عموماً ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ کہ جب تک سامان ان کے لئے میسر نہ ہوں۔ اس وقت تک وہ کوئی کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ پس میں تو انگریزی اور عربی دونوں کے متعلق اس فکر میں ہوں۔ کہ اس طرح سکھائی جائیں۔ کہ انسان اپنے تمام خیالات کا ان میں اظہار کر سکے۔ اور لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے متعلق

میری یہ سکیم ہے۔

جب خدا تعالیٰ نے توفیق دیگا۔ یہ بات پوری ہو جائے گی۔

غرض ایک طرف منافقین کی یہ چالیں ہیں۔ اور دوسری طرف

دشمن کی مخالفانہ چالیں

ہیں۔ لیکن میں سب کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اول تو جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ ان باتوں میں سے سوائے دو باتوں کے جن میں کچھ کچھ

سچائی کی طوفی پائی جاتی ہے۔ باقی سب باتیں ایسی ہی جھوٹ ہیں جیسے پنجابی میں کہتے ہیں "مرا لوُن ہی گنہیا ہے"۔ اس قسم کے جھوٹ روحانی جماعتوں کے متعلق بجائے بدا اثر پیدا کرنے کے ہمیشہ انہیں فائدہ پہنچایا کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ خود سمجھ جاتے ہیں۔ کہ یہ جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ لیکن میں تو ان چیزوں پر انحصار بھی نہیں رکھتا۔ میں جانتا ہوں کہ جب میں جماعت کی اصلاح کے لئے کوئی قدم اٹھاؤں گا تو منافق لوگ چیخنے لگ جاتے ہیں۔ پس دنیوی نقطہ نگاہ سے میں سمجھتا ہوں۔ میں اپنے راستہ میں کانٹے بو رہا ہوں۔ مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

مومن بغیر کانٹوں پر چلنے منزل مقصود پر نہیں پہنچا کرتا

ہماری جماعت لاکھوں کی ہے یا ہزاروں کی۔ مومنوں کی ہے یا منافقوں کی مخلصوں کی ہے یا کمزوروں اور مرتدوں کی اسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن جماعت کی خواہ کوئی تعداد ہو۔ جماعت کی خواہ کوئی حالت ہو میں یہ جانتا ہوں اور اس وقت سے مجھے اس کا علم دیا گیا تھا۔ جب مجھے ابھی یہ بھی پتہ نہ تھا کہ خلافت کیا چیز ہوتی ہے جب مجھے اس بات کا بھی علم نہ تھا کہ

خلافت کے مقام پر

ایک زمانہ میں مجھے کھڑا کیا جائے گا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ تھے۔ اور میری عمر پندرہ سولہ سال کی تھی۔ مجھے اس وقت ہی بتا دیا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسے مقام پر کھڑا کرے گا۔ جس کی لوگ سخت مخالفت کریں گے۔ مگر قیامت تک کیلئے میرے ماننے والے میرے منکروں پر غالب رہیں گے

اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا اور نہایت ہی زوردار الفاظ میں فرمایا۔ کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ وہ لوگ جو تیری اتباع کریں گے۔ وہ تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں مجھے یہ الہام ہوا تھا اور اس وقت میں یہ سمجھتا تھا۔ کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے کیونکہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ لوگ میری بھی بیعت کریں گے۔ اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والے مخالفوں اور موافقوں کے گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ مگر آج میں سمجھتا ہوں دوسرے الہاموں اور کشوف اور رؤیا کی وجہ سے اور ان حالات کی وجہ سے جو میرے پیش آ رہے ہیں کہ یہ الہام میرے متعلق ہے خدا تعالیٰ نے مجھے ایسے مقام پر کھڑا کیا کہ دنیا اسکی مخالفت کیلئے آ گئی بیرونی مخالف بھی مخالفت کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور منافق بھی اپنے سروں کو اٹھا کر یہ سمجھنے لگ گئے کہ اب ان کی کامیابی کا وقت آ گیا۔ لیکن میں ان سب کو

حضرت نوحؑ کے الفاظ میں کہتا ہوں

کہ جاؤ اور تم سب کے سب مل جاؤ اور سب مل کر اور اکٹھے ہو کر مجھ پر حملہ کرو اور مجھے کوئی ڈھیل نہ دو۔ اور مجھے تباہ کرنے اور مٹانے کے لئے متحد ہو جاؤ پھر بھی یاد رکھو۔

خدا تمہیں ذلیل اور رسوا کرے گا

تمہیں شکست پر شکست دے گا۔ اور وہ مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا۔ میں اپنی مشکلات کو سمجھتا ہوں۔ میں بلاؤں اور آفات کو سمجھتا ہوں۔ میں راستہ کے مصائب اور بیابانگ نظاروں کو سمجھتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ جس کام کو میں نے اپنے سامنے رکھا ہے اس جیسا عظیم الشان کام اپنے سامنے رکھنے کے بعد انسان کے لئے دو ہی راستے ہوتے ہیں یا تو

فتح کا جھنڈا اڑاتا ہوا گھر کو لوٹے

یا اسی کوشش میں اپنی جان اپنے خدا کے سپرد کر دے۔ اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں جسے وہ قبول کر سکے۔ اور میں نے بھی سوچ کر اور سمجھ کر اور تمام حالات کو جانتے ہوئے اپنا قدم اٹھایا ہے۔ پس تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا نمازی سمجھتے اور

مسجدوں میں آ آ کر گریہ و زاری کرتے ہیں

تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا عاقل اور دانا سمجھتے ہیں۔ تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا مدبر سمجھتے ہیں یا تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتے ہیں۔ تم میں سے وہ منافق جو اپنے آپ کو بڑا چالاک سمجھتے ہیں وہ اپنی چالاکیوں اور اپنی تدبیروں اور اپنے اثروں اور اپنے علموں اور اپنے ظاہری تقویٰ اور لسانی اور اپنی ہر اس چیز کو لے کر جو انہیں حاصل ہے۔ میرا مقابلہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ نہ ان کی خفیہ تدبیریں انہیں کام دیں گی۔ اور نہ ان کی ظاہری تدبیریں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکیں گی۔ بلکہ ذلت اور شکست انہیں نصیب ہو گی۔ اسی طرح میں بیرونی دشمنوں سے بھی کہتا ہوں کہ

وہ بھی بے شک زور لگا لیں

اور سلسلہ احمدیہ کو مٹانے کے لئے انتہائی جدوجہد صرف کریں۔ وہ بھی دیکھیں گے کہ ناکامی و نامرادی ان کے حصہ میں آئے گی اور سلسلہ احمدیہ کو وہ ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ میں نے اس وقت وہ بات پیش کر دی ہے۔ جس سے جھوٹ اور سچ کا پرکھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔

میرا مستقبل میرے ہاتھ میں نہیں

بلکہ میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنی کمزوریوں کو بھی سمجھتا ہوں۔ اپنی کوتاہیوں کو بھی جانتا ہوں۔ مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس کام کو لے کر میں کھڑا ہوا ہوں اس کے کرنے میں میں نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔

میں نے اسلام سے کبھی غداری نہیں کی

میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے یہی احساس میرے دل میں کام کرتا رہا ہے کہ احمدیت اور اسلام کی ترقی کے لئے اپنی ہر چیز قربان کر دینی چاہیئے۔ یہ کام میں نے ہمیشہ کیا۔ ہمیشہ کرتا ہوں اور انشاء اللہ ہمیشہ کرتا چلا جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں اس مقصد کی برکت کو۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس وابستگی کی وجہ سے

یہ ممکن ہی نہیں کہ میرا کوئی دشمن مجھ پر غالب آ سکے

پس خواہ جھوٹ کے ذریعہ ہمارے بیرونی دشمن ہمیں نقصان پہنچانا چاہیں اور خواہ جھوٹ کے ذریعہ اندرونی منافق ہمیں نقصان پہنچانا چاہیں۔ دونو کو خدا تعالیٰ ناکام رکھے گا اور کبھی ان کی آرزوئیں پوری نہیں کرے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا مخالف

جھوٹ بولنے والا ہے

پھر ہم کیونکر سمجھ لیں کہ وہ سچائی پر غالب آ سکتا ہے

یہ بزدل اور منافق ہمیشہ خفیہ منصوبوں سے کام لیتے ہیں۔ مگر جن کا حوصلہ اتنا پست ہو۔ کہ وہ اس انسان کے سامنے بھی اپنا مافی الضمیر بیان نہ کر سکیں۔ جسے خدا تعالےٰ نے نہ تلوار دی ہے۔ نہ ظاہری حکومت۔ انہوں نے دنیا میں اور کیا کام کرنا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو منافق تھے۔ وہ تو باوجود تلوار کا زمانہ ہونے کے بعض دفعہ بول پڑتے تھے مگر

آجکل کے منافق تو منافقوں کے بھی منافق ہیں۔

جیسے کہتے ہیں گوہ در گوہ کہتے کہ گوہ۔ کتا پاخانہ کھاتا ہے۔ اور کتے کا پاخانہ تو پاخانے کا پاخانہ ہوتا ہے۔ ایسے ذلیل اور ناپاک وجودوں کو کب خدا تعالےٰ اپنی

مقدس فتح

سے برکت دے سکتا ہے۔ ان کا دنیا میں بھی منہ کالا ہوگا۔ اور اگلے جہان میں بھی مونہہ کالا ہوگا۔ ان بعض باتیں لطیفہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور انہیں دیکھکر ضرور افسوس ہوتا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک افسوسناک بات یہ ہے۔ کہ ان منافقین میں سے ایک ایسا منافق بھی ہے جو اس ملک کا رہنے والا ہے جس نے

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید

جیسا نیک انسان جو حضرت ابو بکرؓ کی مانند تھا۔ ہمیں عطا کیا۔ مگر افسوس اسی ملک نے اس وقت ایک مسیلمہ کذاب بھی پیدا کر دیا ہے۔ گویا اس ملک نے ایک ہماری طرف گوہر پھینکا۔ اور ایک اس نے زہر پھینکی۔

افغانستان نے ایک ہمیں صدیق دیا اور ایک ہمیں مسیلمہ کذاب دیا

اس میں بھی شاید کوئی خدائی مصلحت ہوتی ہے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نظر بٹو ہوتا ہے۔ تا اس قوم کے لوگ تکبر نہ کرنے لگ جائیں۔ اور فخر اور خیلاء کے خیالات میں مبتلا نہ ہو جائیں کہتے ہیں مور کے پاؤں نہایت بدصورت ہوتے ہیں۔ جب وہ ناچ رہا ہوتا ہے۔ اور اپنے پروں کو دیکھ دیکھکر خوش ہو رہا ہوتا ہے تو اچانک اس کی نظر اپنے پاؤں پر پڑ جاتی ہے اور وہ ناچنا بند کر دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ بھی شاید اسی لئے قوموں میں بعض باعث ننگ وجود بنا تا ہے۔ تا جب وہ اپنی قوم کے بعض ممتاز افراد کو دیکھکر خوش ہو رہے ہوں۔ تو اپنے

پاؤں پر کوڑھ کی حالت دیکھکر

تکبر میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں یہی افغانستان کی حالت ہے۔ اس نے بھی ایک صدیق پیدا کیا۔ اور ایک مسیلمہ کذاب پیدا کیا۔ مگر بہر حال ان فتنوں کے مقابلہ کی ہمیں فکر کرنی چاہیئے۔ تا وہ جو خدا تعالےٰ کے وعدے ہیں پورے ہوں۔ اور دشمن اپنی تمام تدابیر میں خائب و خاسر رہے۔ اسی لئے میں نے جماعت سے کہا ہے۔ کہ وہ دعائیں کرے۔ اور اللہ تعالےٰ سے التجا کرے۔ کہ وہ خود ان مشکلات و مصائب کو ہٹائے اس ہفتہ کا روزہ آخری روزہ ہوگا۔ جن کو توفیق ملیگی وہ تو اس دن دعا کرینگے ہی مگر میں

جماعت کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ وہ اس کے بعد بھی دعاؤں میں لگی رہے۔ اور بیرونی دشمنوں کے جھوٹوں اور کذب بیانیوں کو دیکھتے ہوئے اور دوسری طرف منافقین کی قبیح حرکات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ سے فریاد کرتی رہے۔ کہ وہ ہمارا مالک اور آقا۔ بیرونی دشمنوں کے حملوں سے بھی ہماری جماعت کو محفوظ رکھے۔ اور اندرونی منافقین کی فتنہ آرائیوں سے بھی ہماری جماعت کو بچائے اور دونوں قسم کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر کے ہمارے راستہ سے ہٹا دے۔ یا انہیں ہدایت دے کر ہمارا بھائی بنا دے۔ پس

دعائیں کرو۔ اور خاص طور پر دعائیں کرو

مگر دعا کے پہلو کو ہمیشہ بد دعا کے پہلو پر غالب رکھو۔ میں نے تجربہ کیا ہے۔ آج ہماری جماعت میں بیسیوں ایسے مخلص ہیں۔ جو چار یا پانچ یا دس سال پہلے منافق تھے۔ اور بیسیوں ایسے ہیں۔ جو آج سے دس یا بیس سال پہلے ہماری جماعت کے شدید مخالف تھے مگر آج وہ نہایت مخلص احمدی ہیں۔ اس لئے پہلے ہمیشہ یہی دُعا کی جائے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دشمنوں کو ہدایت دے اگر ھدایت کا قبول کرنا ان کے لئے مقدر نہیں تو اللہ تعالےٰ انہیں تباہ کرے۔ تا احمدیت کا بول بالا ہو۔ اور شیطان اور اس کی ذریت کا مونہہ کالا ہو۔

اختناق الرحم

اس کو ڈاکٹری میں ہسٹیریا کہتے ہیں

اور ہندوستان کے توہم پرست لوگ اس مرض کو آسیب یا جن بھوت کا سایہ کہتے ہیں۔ یہ مرض زیادہ تر جوان عورتوں کو ہوتا ہے۔ یہ مرض کئی اقسام کا ہوتا ہے۔ اس مرض کے لئے ہماری تیار کردہ دوا بفضل خدا تیر بہدف ہے۔ اگر مرض نیا ہو۔ تو تین ماہ تک استعمال کافی ہے۔ اور اگر پرانا ہو۔ تو چھ ماہ تک استعمال کرنا چاہیئے۔ ۲۰ سے ۳۰ روز کے استعمال سے دورہ انشاء اللہ رک جائیگا۔ اس کی مقدار خوراک صرف ایک رتی ہے۔ اور دوا بھی میٹھی ہے۔ مونہہ میں ڈالنے سے پتہ بھی نہیں لگتا۔ کہ کوئی چیز مونہہ میں ڈالی گئی ہے۔ یا نہیں۔ اس کی ایک خوراک صبح ایک شام کو کھانا کھانے کے بعد کھائی جاتی ہے۔ اس سے عام جسمانی کمزوری اور کمی خون بھی دور ہو جاتی ہے۔ اس دوا سے صحت یاب لوگوں کے سارٹیفکیٹ تو بہت ہیں۔ لیکن سر دست قادیان کے ایک احمدی بھائی کا سارٹیفکیٹ جو انہوں نے خوشی سے تحریر کر کے دیا ہے۔ پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــــــ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مندرجہ ذیل الفاظ میں خداوند کریم کو حاضر و ناظر جان کر تحریر کر کے حکیم مولوی نظام الدین صاحب سلیخ کی خدمت شریف میں بطور شکریہ پیش کرتا ہوں۔ میری لڑکی کو ایک مرض تو ہسٹیریا تھا جس کو اطباء تو اختناق الرحم کہتے ہیں۔ یعنی ایک قسم کی غشی کا مرض تھا۔ دوسرا مرض انیمیا تھا۔ جسکو اطباء ضعف یا جگر ضعف کہتے ہیں۔ یعنی جسم میں خون کم تھا۔ حکیم صاحب کی دوا تریاق اعظم عـــہ کچھ مدت لڑکی کو کھلاتا رہا ہوں۔ بفضل خدا لڑکی کو ہر دو مرض سے پوری صحت ہو گئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب نہ ہسٹیریا کے دورے پڑتے ہیں۔ اور نہ ہی کمی ہے۔ میں حکیم صاحب کا مشکور و ممنون ہوں۔ خاکسار سید حسن شاہ احمدی ساکن قادیان۔ اس دوا کی قیمت فی تولہ دو روپے ہے۔ خط و کتابت کے لئے ایک ٹکٹ آنا چاہیئے

حکیم مولوی نظام الدین ممتاز الاطباء قادیان۔ ضلع گورداسپور (پنجاب)

ضرورت رشتہ

ایک مخلص و معزز تعلیم یافتہ احمدی خاندان کی خاتون کے لئے ایک برسر روزگار مخلص رشتے کی ضرورت ہے۔ مجھ سے خط و کتابت کی جائے۔ مفتی محمد صادق قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

دہلی ۱۳ مئی۔ مسٹر ایم اے آئینگر ایم ایل نے اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ہندوستان کے مجلس اقوام سے الگ ہو جانے کے متعلق رزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔

بمبئی ۱۳ مئی۔ قلعہ ابریا میں ایک چار منزلہ عمارت کو آگ لگ گئی جس سے بمبئی کی سب سے بڑی سٹیشنری کی دوکان جل کر تباہ ہو گئی۔ نقصان کا اندازہ ۲۵ لاکھ کے قریب کیا جاتا ہے۔

جھانسی ۱۳ مئی۔ بار ایسوسی ایشن جھانسی کے ایک اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی۔ کہ وکالت کے پیشہ میں ایک ایسا طریقہ رائج کیا جائے جس کی رو سے ان وکلاء کو جو تیس سال تک پریکٹس کر چکیں یا جن کی عمر ۶۰ سال ہو جائے۔ ریٹائر ہو جانا چاہیئے۔

سرگودہا ۱۳ مئی۔ سرگودہا میں اس وقت تک تقریباً ۳۰ افراد طاعون کا شکار ہو چکے ہیں۔ شہر کا تین چوتھائی حصہ خالی پڑا ہے۔ اور ابھی تک اس بیماری کا خطرہ رفع نہیں ہوا۔

شملہ ۱۳ مئی۔ بعض حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شملہ کی بجائے پالم پور حکومت پنجاب کا گرمائی مستقر بن سکتا ہے۔ لیکن حکومت پنجاب اس موضوع کو اس وقت تک زیر بحث نہیں لائیگی۔ جب تک حکومت ہند کی طرف سے حکومت پنجاب کو شملہ میں اس کی جائداد کی اچھی قیمت وصول ہونے کی امید نہ ہو۔

رنگون ۱۳ مئی گذشتہ شب طوفان بادوباراں کی وجہ سے گھوڑ دوڑ کا پنڈال منہدم ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں تین آدمی ہلاک اور ۲۴ مجروح ہوئے۔ ۹ کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔

شملہ ۱۳ مئی۔ حکومت ہند نے معاہدہ اوٹاوہ کی تنسیخ کے متعلق جو تار حکومت برطانیہ کو دیا تھا۔ اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ آج برطانوی کابینہ میں اس معاملہ پر غور کیا جائے گا۔ اور ایک ہفتہ سے پہلے پہلے اس مسئلہ کے متعلق دونوں حکومتوں کے فیصلوں سے عوام کو آگاہ کر دیا جائے گا۔

حیفہ ۱۳ مئی۔ حکومت فلسطین نے فیصلہ کیا ہے کہ سلطان عبدالحمید کا فلم جو کسی سینما میں دکھایا جانے والا ہے جکما بند کر دیا جائے کیونکہ اس سے جذبات بھڑک سکتے ہیں۔

روما ۱۳ مئی۔ مجلس اقوام کے اس فیصلہ سے کہ اطالیہ کے خلاف تعزیری اقدام جاری رکھی جائے گی۔ یہاں سخت ناراضگی اور جوش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

جدہ ۱۳ مئی۔ حکومت سعودیہ عربیہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ اگر اقوام مشرق کی کوئی لیگ بنی تو حکومت سعودیہ اس کا خیر مقدم کرے گی اور عربستان کی حکومتیں اس میں شرکت کر کے اسے مضبوط بنانے کی کوشش کریں گی۔

یافہ ۱۳ مئی۔ پولیس نے یہودیوں کی ایک پرائیویٹ فرم پر چھاپہ مارا۔ اور اسلحہ کے تین سو صندوقوں پر قبضہ کر لیا۔ ان صندوقوں میں سے خنجر۔ ریوالور۔ گولیاں۔ کارتوس ہزاروں کی تعداد میں برآمد ہوئے۔ دیگر سامان حرب بھی پکڑا گیا۔ عرب حلقوں میں اس سے سخت ہیجان پھیلا ہوا ہے۔ پولیس نے فرم کے مہتمم اور تمام ملازمین کو گرفتار کر لیا ہے۔

لاہور ۱۳ مئی۔ پنجاب اسمبلی کے آئندہ انتخابات میں یونیورسٹی کے حلقہ انتخاب کے رائے دہندگان کا رجسٹر تیار کرنے کے لئے رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ ان لوگوں کے نام اس رجسٹر میں درج کئے جائیں گے۔ جو گذشتہ آٹھ سال سے ہندوستان میں سکونت پذیر ہوں اور (۱) پنجاب یونیورسٹی کے سینیٹ کے رکن ہوں۔ (۲) پچھلے سات سال سے یونیورسٹی کے رجسٹرڈ گریجوایٹ ہوں۔ اور یکم اپریل ۱۹۳۶ء سے دو سال قبل مسلسل طور پر ان کے نام رجسٹر ہو چکے ہوں۔

بریلی ۱۳ مئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آتشزدگی سے ایک گاؤں جل کر راکھ ہو گیا۔ تمام مکانات جو تعداد میں پانچ سو تھے جل گئے۔ نقصان کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے۔

جنیوا ۱۳ مئی۔ لیگ کونسل کے عام اجلاس کی صدارت مسٹر انتھونی ایڈن وزیر خارجہ برطانیہ نے کی۔ انہوں نے قرارداد پیش کی کہ اطالیہ اور حبشہ کے معاملہ پر ۱۵ جون تک غور و خوض ملتوی کر دیا جائے۔ لیکن اس اثنا میں اطالیہ کے خلاف تعزیرات جاری رہیں چلی کے نمائندہ نے ووٹ دینے سے انکار کر دیا۔

ایکویڈور کے نمائندے نے کہا انکی حکومت پہلے ہی تعزیرات پر عملدرآمد بند کر چکی ہے۔ اس کے بعد قرارداد منظور کر لی گئی۔

مدراس ۱۳ مئی۔ رزنیگا پٹم سے ایک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ایک گاؤں جو بندرگاہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آتشزدگی سے ۲۰۰ مکانات جل کر راکھ ہو گئے۔ آگ ابھی تک لگی ہوئی ہے

لنڈن ۱۳ مئی۔ کل ملک معظم نے قصر بکنگھم میں لارڈ اور لیڈی ولنگڈن کو شرف باریابی بخشا۔ اور لارڈ ولنگڈن کو مارکوئس کا خطاب عطا کیا۔

بیت المقدس ۱۳ مئی۔ نجاشی نے اس ارادہ کا اظہار کیا ہے۔ کہ لیگ کونسل کے آئندہ اجلاس سے پہلے وہ انگلستان اور جنیوا جائیں گے۔

ٹوکیو ۱۳ مئی۔ ٹوکیو کے ایک مڈل سکول میں تیئیس افراد ایک ضیافت کے کھانے میں زہر ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے معلوم ہوا ہے۔ کہ عمداً کھانے میں زہر ملائی گئی تھی۔

امرتسر ۱۳ مئی گیہوں حاضر ۲ روپے ۵ آنے ۹ پائی۔ نخود حاضر ۲ روپے سونا دیسی ۳۵ روپے ۷ آنے اور چاندی دیسی ۵۰ روپے ۱۴ آنے ہے۔

لنڈن ۱۳ مئی۔ ہندوستان کی کرکٹ ٹیم کو جو انگلستان کا سفر کر رہی ہے۔ کل سومرسٹ ٹیم نے ۹ وکٹوں پر شکست دی۔

لنڈن ۱۳ مئی۔ مارشل بدوگلیو نے ادیس آبابا میں متعینہ غیر ملکی سفارتخانوں کے نام ایک مراسلہ ارسال کر کے ان پر واضح کر دیا ہے۔ کہ غیر ملکی سفارتیں ادیس آبابا میں رہ سکتی ہیں۔ مگر ان کا کوئی سیاسی کام باقی نہیں رہا۔ اس کے علاوہ جدید وائسرائے گورنر ادیس آبابا نے غیر ملکی سفارتوں کو مطلع کر دیا ہے۔ کہ مستقبل میں مقامی حکومت غیر ملکی سفارتوں کو محض پرائیویٹ حیثیت دے کر ان کے ارکان کا احترام کرے گی۔

جدہ ۱۳ مئی۔ وزیر اعظم حجاز نے ہندوستان میں سعودی حکومت کے خلاف پراپیگنڈا کے متعلق ایک بیان جاری کیا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ آج سے چار سال قبل حکومت حجاز کی طرف سے دول اسلامیہ کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ ایک کمپنی بنائیں۔ جو حجاز کی معدنی اور زرعی حالت کو بہتر بنائے لیکن عالم اسلام کی طرف سے ہماری اپیل کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اور بالآخر ہم یہ ٹھیکہ ایک اجنبی کمپنی کو دینے پر مجبور ہو گئے۔